گُلبنِ خیال

Gulbune Khayaal

ڈاکٹر غضنفر علی غزلؔ

گُلبنِ خیال

Gulbune Khayaal

ڈاکٹر غضنفر علی غزل



First Published in April 2019

ISBN: 978-93-5347-395-2

Price: INR 208/-

BLUE ROSE PUBLISHERS
www.bluerosepublishers.com
info@bluerosepublishers.com
+91 8882 898 898

Cover Design:
Vandana Kanyal

Typographic Design:
Tanya Raj Upadhyay

Distributed by: Blue Rose, Amazon, Flipkart, Shopclues

غزلؔ

گُلبنِ خیال

شعری مجموعہ

زیست نے فرصت رفو ہی نہ دی
زخم کا منہ کھلا رہا برسوں

ڈاکٹر غضنفر علی غزلؔ

غزلؔ

نام: ڈاکٹر غضنفر علنام

قلمی نام : ڈاکٹر غضنفر علی غزل

پیشہ : معالج □ سابقہ سربراہ شعبہ میڈیسن

گورنمنٹ میڈیکل کالج سرینگر

کتاب : گلبنِ خیال

کیفیت : اردو شاعری

سالِ اشاعت :۲۰۱۸ء

قیمت Price :

کمپیوٹر کتابت : الحسین پرنٹرس واتھورہ 9596076141

اہتمام :رفعت ملک

ناشر :عبدالقیوم میموریل انسٹیچوٹس ٹرسٹ

ترتیب :فردوس مجید مسعودی

پریس :الحسین پرنٹرس واتھورہ

کتاب ملنے کا پتہ:

☆ کتاب گھر مولانا آزاد روڈ سرینگر

☆ القی انسٹی چیوٹس چرارِ شریف

☆ الحسین پرنٹرس واتھورہ چاڈورہ

غزل

غضنفر غزل کی آزاد نظموں

کا

پُر اثر صوتیاتی نظام

خدا کے نام کرتا ہوں فکر کا آغاز وہی ہے اعلم واعظم اِسی سے راز و نیاز۔ خدائے فکر و فن نے ''شاعری جزو پیغمبری است'' کے مصداق بہت کم انسانوں کو تخیّل فکر سے نوازا ہے یہی تخیل نثر و نظم کے ذریعے انسان کی پہچان بن جاتا ہے۔ نظم کو نثر پر فوقیت حاصل رہی ہے۔ اِس لئے حضرتِ آدم نے شہادت ہابیل پر مرثیہ کا انداز پیش کیا تھا۔ ہر باشعور انسان اپنی عظمت کا لوہا منوانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی بھی شاعروں کی فہرست میں حکیم، ڈاکٹر اور وکیلوں کی تعداد کم نہیں رہی۔ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ پیشے سے وہ ڈاکٹر اور وکیل جن کا ادبی پسِ منظر رہنے کی بنا پر فارسی

غزل

زبان وادب سے بھی رشتہ رہا ہے۔ وہ جب اپنے میدان میں اپنی
صلاحیتوں کا اعتراف کراتے ہوئے تھک جاتے ہیں تو
شعر و سخن کی پناہ میں سکون تلاش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں
کہ عمر خیام جب اپنے دیگر فنوں میں تھک ہار کر آرام کرتا
تھا تو رباعیات موزوں کرنے لگتا تھا۔ لیکن آج اس کی
شہرت کی بنا ریاضی، نجوم، حکمت یا دیگر فنوں جن میں اسے
مہارت حاصل تھی سے نہیں ہے بلکہ آج اس کی
شہرت صرف اور صرف رباعیات کی بنا پر ہے۔
خطہ کشمیر جسے ایران صغیر یا جنت نظیر کہا جاتا ہے
اِس کی بنا یہاں کی خوبصورتی کے علاوہ اشعار کے ذریعے اتاری
گئی اس کی خوبصورت تصویر کا ہے۔ یہاں فارسی کے شعرا کی
تعداد اگر سینکڑوں میں ہے تو اردو شعرا کی تعداد ہزاروں تک
پہنچ چکی ہے یہاں ہر ذی شعور انسان ادبی ذوق کے ذریعے اپنے تخیل
کی اڑان پر قوم کو کوئی نہ کوئی پیغام ضرور دیتا ہے، ڈاکٹر غضنفر علی
ایسے ہی دانشوروں ذی شعور درد مند اور مشفق ڈاکٹر ہے وہ انسانوں کی
بیماری دوا کے ذریعے دوٗر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو قومی اور
روحانی بیماری کا علاج اپنے فکر و تخیل کے ذریعے کرنا چاہتے
ہے۔ وہ پیشے سے ڈاکٹر ہیں اور قلبی طور پر شاعرانہ طبعیت کے

غزل

مالک ہیں جو دورِ جدید کے مسائل اور قوم کو راہ دکھانے کے لئے شعر کہتے ہیں۔ جہاں تک شاعری میں بحر، وزن اور قافیہ ردیف کا تعلق ہے تو اس میدان میں انہیں استادی کا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ اکثر ارشاد فرماتے ہیں۔

میں تو اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں، ’’فاعلاتن فاعلو میرے بس کی بات نہیں، میں مواد کا قائیل ہوں اپنے افکار دوسروں تک پہنچانا ہی میری شاعری کا مقصد ہے‘‘۔

ایک زمانہ تھا جب کلاسیکل شاعری از دل خیزد بردِل ریزد‘‘ کا کام کرتی تھی۔ وقت کے کروٹ اور شاعری میں نئے نئے تجربات ہونے لگے آزاد شاعری، نظم معریٰ اور نثری نظم کا چلن عام ہوا۔ ڈاکٹر غضنفر علی کی شاعری اس کسوٹی پر پرکھی جا رہی ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ اسے پرکھنے والا بحر و وزن، قافیہ و ردیف کی پابندی کا قائل ہے لیکن دور حاضر کی نزاکتوں کو دیکھتے ہوئے جہاں ریڈیو اور ٹی وی زبان کو خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی اردو کی محاوراتی زبان کا درست استعمال کرے تو غنیمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزل کی غزلوں اور نظموں میں کہیں وزن و بحر اور ردیف و قوافی کا

غزل

استادانہ استعمال نظر آتا ہے تو کہیں ترقی پسند تحریک اور اس کے بعد کے رحجانوں کے مدِ نظر حرف، موضوع اور تخیل پرواز کے ذریعے اپنے اعلیٰ درجے کے خیالات کو موزوں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عام قاری کے اذہان پر جن کا اثر ہونا لازمی تھا۔ زمانہ ہمیشہ گردش میں رہتا ہے جس کے نتیجے میں صبح و شام نمودار ہوتے ہیں۔ اگر کشمیر کے حالات پر نظر کریں تو غزل کا یہ مطلع ایک مکمل کہانی سنا رہا ہے جس میں حالات کو بدلنے کا اعادہ کیا جا رہا ہے۔

کیوں نہ جینے کا اہتمام کریں
وقت کو پھر سے صبح و شام کریں

یہاں ''پھر سے'' کا لفظ قابل توجہ ہے جو تاریخی اعتبار سے ماضی کی طرح حال اور مستقبل کا متمنی ہے۔ اس غزل کے دو اشعار اور قوم و ملت کو آئینہ دکھانے کے لئے کافی ہے۔

ہے کہاں اب خلوص اور شفقت
رفعتِ دل تجھے سلام کریں
کون سنتا ہے کیوں سُنے کوئی
خود سے ہی اب تو ہم کلام کریں

غزل

غزل کا یہ امتیاز ہے کہ اس میں استعاراتی انداز میں الفاظ اپنے معنی بدلتے رہتے ہیں یہ ہنر بہت مشکل سے ہاتھ آتا ہے۔

تو میری سانس کی روانی ہے
گویا یہ زیست کی کہانی ہے

یہاں لفظ "کو" تو ہزاروں معنیٰ کا لب اس عطا کیا جا سکتا ہے۔

غم کے بازار میں رہے انمول
وحشتِ دل تیری نشانی ہے

موصوف نے غزل میں نئے نئے تجربات کئے ہیں۔ ان سے پہلے بھی کچھ بزرگ شاعروں نے غزل کو نظمِ جدید کے پیرایہء میں موزوں کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ خاکسار نے تو اسے لنگڑی غزل سے تعبیر کیا تھا۔ لیکن ہمارے شاعر کے غزلی تجربات جداگانہ ہیں۔ جس کے ذریعے الفاظ کو بے وزن لفظی پیرایہء کے ساتھ اس خوبصورتی کے ساتھ پرونا کہ اہل نظر کے علاوہ آج کے مشاعرہ سُننے والے واہ واہ کہے بنا نہیں رہ سکتے بلکہ تالیوں کے جوش میں ان اشعار کی خوب پزیرائی ہو گی۔ ممکن ہے یہ تجربات کامیاب رہے اور غزل اپنی روایت سے ہٹ کر جدید یا آزاد نظم کی روایت کا حصہ بن جائے۔ مثلاً

غزل

غرورِ عشق کی بنیاد تم ہو
جمالِ خونِ دل ایجاد تم ہو
تم ہی دیتے ہو، لیتے ہو مری جاں
خلق کا شکوئہ بے داد تم ہو
غم ہائے محبت میں ہر راہ میں ڈیرا ہے
یاں وقت نہیں ہوتا ہر شام سویرا ہے
ہر نقش محبت کا صدیوں سے بنا مٹتا
ہوتا نہیں مکمل ہر رنگ بکھیرا ہے

یہاں لفظ ''خلق'' اور ''مکمل'' اسی نیئے تجربے کی اساس ہے جس پر آج کے اکثر مشاعرے باز شاعر تالیوں سے نوازے جارہے ہیں۔

ان کی آزاد نظمیں خاص طور پر کسی آزاد نظم تحریر کرنے والے شاعر کو آئینہ دکھانے کے لئے کافی ہے۔ جن کے اچھوتے اور انوکھے عنوانات کی کشش قاری کو متاثر کرنے کے لئے کافی ہے۔ نظم کے مضامین و مواد بہتے ہوئے پانی جیسے ذہن کو ٹھہر کے سوچنے کے لئے مجبور کر کے عمل پیرا ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ کچھ نظمیں بنا عنوان کی بھی ہیں جن کا عنوان رکھنے کی دعوت قاری کو دی جاتی ہے کہ ہر قاری اپنی ذہنی

غزل

افتاد کے مطابق اس کا عنوان رکھ کر جداگانہ طور پر ان نظموں سے لطف اندوز ہو۔ ان کے آزاد نظم کے عنوانات کچھ اس طرح ہیں۔ "صرف تم"، عکس یاد" تم نے"، میرا سفر، میری جان چند لمحے وغیرہ یہاں مثال کے طور پر نظم " تم نے "کا صوتیاتی نظام اور مضامین کی ندرت کے ساتھ ساتھ ذہن و فکر پر لگنے والی کاری ضربوں کا کامیاب شاعرانہ احساس کا نمونہ پیش کیا جا رہا ہے۔ (یہ اشتفہام قاری کے صبر کے (امتحاں کے لئے ایک نشتر ہے اور جواب

تم نے کیا نہیں دیا مجھے "

سکون کی بے پناہ فضا

دل و دماغ اور روح

"کا سکون بے انتہا

......اور آخری حصے میں

میں جو ازل سے "

گُم شدہ

رفعتِ سفر کی منزلوں

کی طرف

کھلے فضا میں

غزلؔ

لہراتی کائیناتوں میں

میرے کو مجھ سے

"......ملایا

اس نظم میں شاعر نے کائنات کے درد کو سمونے کی کوشش کی ہے۔آج چند ظالم اور جابر طاقتوں کے ذریعے میانمار پاکستان، افغانستان، یمن، شام، عراق اور ایسے ہی بہت سے ممالک میں یہاں تک کہ ہمارے کشمیر میں ظالموں نے کیا نہیں کیا۔یہ سارے واقعات اور ان کے نتائج اس نظم کے استعاراتی نظام کا حصہ ہیں۔

غرض کہ کہا جاسکتا ہے کہ غضنفر غزلؔ نے جہاں غزل میں نئے تجربات کرنے کی کوشش کی ہے وہیں آزاد نظم کے ذریعے دورِ حاضر کے آزاد نظم نگاروں سے اپنے مضامین اور صوتیاتی نظام کا لوہا منوایا ہے۔یہ مجموعہ آزاد نظم اور نثری نظم کی روایت میں ایک سنگِ میل کا درجہ رکھتے ہوئے مشاعروں میں پڑھی جانے والی اکثر غزلوں اور مشاعرے کی بھیڑ کو آئینہ دکھانے کے لئے کافی ہے۔

عراق رضا زیدیؔ

سابقہ صدر شعبہ جامع ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

غزل

ڈاکٹر غضنفر علی... بحثیت شاعر

جس دور سے ہم گذر رہے ہیں، وہی اعتباریت اور عشق پر بات کرنا بہت ضروری ہوگیا ہے، کیونکہ ایسے حالات ہیں کہ لوگوں کے ہاتھ میں لگام رہ گئی ہے اور گھوڑا ندارد ہوگیا ہے، پھر بھی لگام کھینچے چلے جا رہے ہیں۔

اسلئے جسے لوگ گلوبل کہتے ہیں، میں اُسے جدید کہتا ہوں۔ کیونکہ جدیدیت ایک مربوط شعور کا نام ہے۔ جدیدیت ایک احساس کا فکری علاقہ ہے جسمیں responsible شاعری کے تمام اسرار و رموز محفوظ رہ سکتے ہیں۔

ادب زمانے کی فوٹو گرافی نہیں ہے، پینٹنگ ہے جسمیں تخلیق کار کی صلاحیت، فکر، فن، مُدعا وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ اِس اعتبار سے ادیب زمانے کو اپنے زمانے کی وسعت کا حصہ بنا دیتا ہے اور ادبی تخلیق کا تاثر بھی پڑھنے والے یا سننے والے کی فکری وُسعت کا تابع ہو جاتا ہے۔

غزل

ڈاکٹر غضنفر علی کی شاعری بھی اپنے زمانے کی دِلکش

پینٹنگ ہے۔ اِس میں اُن کے اپنے اندر کے رنگ باہر کے رنگوں

سے مل کر خوبصورت تخلیقوں کی صورت میں وجود پانے میں

کامیاب ہو گئے ہیں۔ میں اِس شاعر کو رنگوں کا شاعر

کہہ سکتا ہوں۔

جب ہم کسی شاعر کی کتاب کی رسمِ رونمائی انجام

دے رہے ہیں، وہ وقت کلام کی تنقید اور تجزیئے کے لئے موزون

وقت نہیں ہوتا۔ یہ وقت صرف اِس کتاب میں موجود کلام کا

سرسری تعارف مانگتا ہے تاکہ بعد میں کتاب

پڑھنے والوں کے ذہن میں پہلے سے ہی بیان کئے گئے تاثرات نہ

رہے۔ تبھی شاعری کا لطف لیا جا سکتا ہے۔

آج مجھے مرحوم قیوم صاحب بڑی شدّت سے یاد آرہے

ہیں۔ میں اکثر اُنکی رہائش گاہ پر گھنٹوں بیٹھ کر اُن کے ساتھ

علم وادب کے مختلف معاملات پر باتیں کرتے ہوئے گذارا

کرتا تھا۔ وہ بے حد حلیم سیاست دان ایک بے حد حاس

ادب شناس شخص تھے۔ ڈاکٹر غضنفر سے میری ملاقات

آج پہلی بار ہو رہی ہے۔ لیکن میں شاید اُن کے علمی اور ادبی

کو جانتا ہوں۔ اِس لئے اِنکی نظموں سے اِنکی غزلوں Source

غزل

سے میری ملاقات پرانی ملاقات سی لگی۔ ناٹیہ شاستر کے
خالق آچاریہ بھرت نے لکھا ہے کہ سچا فنکار مکتبوں
سے تیار نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر غضنفر علی بھی مکتبی
شاعر نہیں ہے۔ وہ شاعری کو مشینی یا میکانکی عمل نہیں
مانتے۔ وہ ایک سچے شاعر کی طرح بے ساختگی کے قائل ہیں
تبھی اُن کی ڈالیوں پر اُگے ہوئے پتوں کے سائیز الگ الگ ہیں لیکن
بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔

ادب یا لفظ کوئی بے جان شے نہیں، وہ ایک دھڑکتا ہوا
جیون ہے۔ جیسے بندھن میں ہر جاندار کی جان چھٹپٹاتی
ہے، ویسے ہی لفظ بھی قید میں تڑپتے ہیں۔ اُن کی تڑپ اور اُن کی
بغاوت سب کے سامنے واضح ہو جاتی ہے۔ اِسی لئے تخلیق کی
آزادی انسان کی آزادی سے تعبیر ہے۔

ہماری موجودہ اُردو شاعری دوہرا اور میکانیکل قیدو
بندِش کی شکار ہوئی ہے۔ یہ دِل سے دور ہو کر ذہن کے قید
خانے تک سُنی جانے والی شاعری ہو کر رہ گئی ہے۔ اگرچہ
ہیتی اعتبار سے ڈاکٹر غضنفر کی شاعری کئی بدلاؤ مانگتی ہے،
البتہ اِس بے ساختہ شاعرانہ اظہار کا تعلق دل سے
ہے۔ یہ شاعری غضنفر کے دِل اور قاری کے دِل کے درمیان ایک پُل

غزل

ہے اور اِسلئے میں اِس شاعری کو دِل کی رشتہ داری والی

شاعری مانتا ہوں۔

غضنفر کثیر الموضوع شاعر ہیں لیکن ہاں اِنکی شاعری

میں موضوع نمایاں نہیں ہے۔ وہ لفظوں میں اِس طرح

گُل مل گیا ہے جِس طرح چائے میں چینی۔ میں کسی بھی

شاعری کے لئے خیالات کی بلندی سے زیادہ رس کی

موجودگی کو اہمیت دیتا ہوں۔ صرف معنیٰ سے آمیز لفظیات

کو ہی میں شاعری نہیں مانتا۔ غضنفر علی کی شاعری

میں رس کے دھارے پھوٹتے ہیں تبھی عروضی چھوٹ دینے

کا من کرتا ہے۔ اِس شاعری میں مجازی معنیٰ کی ہر کلی، لغوی

معنیٰ کی ڈنٹھل پر کِھلتی ہے یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجازی معنیٰ کی

خوشبو لغوی معنیٰ کی کِھلی ہوئی کلی کی ناف سے منتشر ہوتی ہے۔

لیکن ہمیں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ پہلے کلی کِھلی اور بعد میں

خوشبو پھیلی۔

میں غضنفر علی کی علامت نگاری سے بھی بے حد مُتاثِر

ہوا ہوں۔ اِن کی علامتیں بھی موضوع کی ہی طرح لفظی تاثر میں

تحلیل ہو گئی ہیں اور میرا ذاتی عقیدہ ہے کہ علامت تک شعر

میں نمایاں اور الگ ہو کر دِکھے تو شعر میں اُنکی عمل جیا

غزل

تاثر پیدا کرتا ہے۔ میں اس طرح کے شعری اِظہاروں کے لئے غضنفر علی کو مبارک باد دیتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ یہ تخلیقی سفر جاری رہے گا۔ آپ کی نذر اپنا ایک شعر

بہت ٹپکائے ہیں قطرے لہو کے شعر کہنے میں
بڑی مشکل سے میری حسرتِ تعمیر نِکلی ہے

...☆...

ڈاکٹر ستیش وِمل
ریڈیو کشمیر سرینگر

غزل

غضنفر غزل... تاثُرات

ڈاکٹر غضنفر علی کو خاص لوگ ایک معالج کی حیثیت سے جانتے ہیں اور عام لوگ انکی شاعری کو انکی شناخت سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں یہ دونوں باتیں اپنی جگہ درست ہیں۔ ڈاکٹر غضنفر علی انسانی بدن پر جب اپنی انگلیاں رکھتے ہیں اور یہ لمس اُن کے دماغ میں اتر کے اس میں موجود تاروں کو اس طرح سے
مضراب دیتے ہیں کہ انکے دماغ اور مریض کے بدن میں ایک ایسا رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ اس جسم کے اندر چھُپے ہوئے کوائف اسکے ذہن کے تاروں کو مخصوص احساس سے بھر دیتے ہیں۔ انکا ذہن ایسے نسخوں کی شکل میں اپنا اعتراف کراتا ہے کہ مریض ان نسخوں پر عمل کرنے سے پہلے ہی روبہ صحت ہونے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور جب عام لوگوں کی روح کے تاروں کو غضنفر صاحب اپنے ادا کردہ کلمات سے چھیڑتے ہیں یا انکے ذوقِ سماعت کو اپنی آواز سے چھوتے ہیں تو ڈاکٹر صاحب اپنے جذبات کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے دل کی دھڑکن کو لفظوں کا جامہ پہنا کے رقصاں کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس رقص کے یہ رنگ

غزل

دماغ کے رنگوں سے مختلف محسوس ہوتے ہیں۔دل کی یہ کیفیت اپنے اندر ایک ایسا سکون رکھتی ہے جسکو عقل کے ترازو پہ تولے تو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔اصل میں معاملات عقل دل کے مقابلے میں ایک منزل پر اپنی حیثیت کھو دیتے ہیں۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ عقل کی حثیت وزیر کی ہے مگر آج تک اس بات سے کوئی انکار نہ کرسکا کہ دل کو بادشاہ کا درجہ حاصل ہے۔بادشاہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ عقل کی ماتحتی کرے۔یہ خیال غالب '' ہرچند کہ کہے ہے نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی شاعری دل کو چھوتی ہے دل میں اترتی ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب دماغ سے نہیں بلکہ دل سے شعر لکھتے ہیں۔وہ ترکھان یا گلکار نہیں۔یہاں، تک کہ شعر کہتے وقت وہ اپنے اندر بسے ہوئے ڈاکٹر کو بھی سامنے نہیں آنے دیتے ۔اللہ کرے انکے یہ جذبات یہ شعر جو جذبات کے پیکر ہیں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے۔آمین

ڈاکٹر محمد زماں آزردہ

حسن آباد رعناواری

غزل

غزل کی شاعری... چند تأثرات

کہنے میں آیا ہے کہ شاعری ہمارے بنیادی دفاعات
میں سے ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاعری کے وسیلے سے
ہم کس چیز کا اور کس کا دفاع چاہتے ہیں؟ یہ وہ سوال ہے
جس کے جواب میں انسانی علوم کی ساری سرگرمیاں
مصروف عمل ہیں اور حیران ہیں۔ شاعر اس عالم
شہود کو جس کی کشود کیلئے یہ ساری سرگرمیاں قائم ہیں عالمِ
حیرت کی صورت اور حیثیت میں قبول کرتا ہے۔
اس حیرت کدہ عالم میں شاعر کا متحیر تجسُّس ہی ہمارا
دفاع ہے۔ حضورؐ پر نورؐ کی ایک ذاتی اور انفرادی دعا تھی اَللّٰھُمَ زِدنیِ
فیکَ تَحَیُّرِ اَ اے خدا اپنے بارے میں مجھے زیادہ حیرانی عطا
فرمادے۔ بحر تفکر کے اِس عظیم، بے مثل و بے ہمتا
غواص کی دعا اس حیرت کدہ عالم کی مصدِق ہے۔ تو گویا
:ایک طرف بقول غالبؔ

غزل ؔ

کوئی آگاہ نہیں باطنِ یکدیگر سے

ہے ہر ایک فرد جہاں میں ورقِ ناخواندہ

ہر ایک آدمی بجائے خود ایک عالم حیرت ہے، ورق ناخواندہ ہے تو دوسری طرف سب کی ایک ہی کہانی ہے۔ میرا من کے "چار درویش کی سیر" میں اِس ایک ہی کہانی کے احساس نے کسی جدید شاعر سے یہ شعر کہلوایا۔

نہ گڈمڈ تم کرو سب کو ملا کر

کہ ہر درویش کی اپنی صدا ہے

ایک طرف ہر آدمی ایک محشر خیال، ہر فرد ورق ناخواندہ "unread Page" ہر درویش کی اپنی صدا تو دوسری طرف سب کی ایک ہی کہانی ہے۔

غزل ؔ نے اپنی نظم "سارا مشترک" میں اِس حقیقت کو اِس طرح پیش کیا ہے:

مشترک زیست میں

مشترک رستوں میں

اُلجھے شطرنج پر

سارا مشترک

تیرے لئے، میرے لئے، چلتے رہو،

غزل

سہتے رہو، جیتے رہو۔
تو گویا ہم سب کو تیرے لئے، میرے لئے، چلتے رہنے، سہتے رہنے
اور جیتے رہنے کا ایک مشترک نسب نما تو ملتا ہے لیکن
اِس "دردِ مشترک" کے باوصف آدمی ہنوز اپنی پہچان اور
شناخت میں سرگرداں اور حیران ہے۔ غزل کی بات
نہیں بڑے دیدہ ور شعرا بھی اِس "حیرت کدہ عالم"
میں مجسمِ حیرت ہیں۔

اسد جمیعت دِل در کنار بے خودی کو شتر
دو عالم آگہی، سامانِ یک خولبِ پریشان ہے

غالب کے یہاں "دو عالم آگہی" ایک خواب پریشان کے
سامان کے سوا کچھ نہیں۔ اور اقبال ایک واضح مدعا اور مقصد
یعنی ایک نصب العینی شاعر ہونے کے باوصف "مدعا کیا
ہے" کے باب میں حیران ہے:

غبار راہ کو بخشا گیا ہے ذوقِ جمال
خرد بتا نہیں سکتی کہ "مدعا کیا ہے"۔

آخر انسان کو بخشا ہوا یہ ذوق جمال آپنی تمام تر رنگینوں اور رعنا
ئیوں نیر نگیوں اور بوقلمونیوں، قوتوں اور دراز دستیوں اور اپنے
تمام صنم خانوں کے ہمراہ اِس صحرائے حیات

غزل

میں بھٹکتا ہی پھرتا ہے۔ یہاں پر سلیمان اریب کی ایک چھوٹی سی نظم "تسکین انا" کا اعادہ شاید بے محل نہ ہوگا۔

جب کوئی قرض صداقت کا چکانے کیلئے
زہر کا دردِ جام بھی پی لیتا ہے
اپنا سر ہنس کے کٹا دیتا ہے
زندگی جبر سہی، جبر مسلسل ہی سہی
سہتا ہے
اور اس جبر کو سورنگ عطا کرتا ہے
حرف کا، صوت کا، صورت کا، فسوں کاری کا
میں اِسے دیکھ کے چپکے سے کھسک جاتا ہوں
یہ تو میں خود ہوں وہ احمق جس کی
اپنی رسوائی میں "تسکینِ انا" ہوتی ہے۔

ذوق جمال کے اظہار کی یہ ساری صورتیں یعنی شاعری، موسیقی، مصوری اور فسوں کاری انسان کو صرف "شکست آشنا" کردیتی ہے۔ فراق کا ایک شعر ہے:

حُسن وہ جو ایک کردے معنٰی فتح و شکست
رہ گئی سو بار جھک کر نگاہِ کامیاب

غزل

شکست آشنائی کا یہ احساس غزل کی نظم " میں کوئی نہیں" میں اپنے واضح اظہار کے ساتھ ملتا ہے۔ اپنے وجود کی "لامعنویت" کا احساس اِس نظم میں اِس طرح ہوتا ہے:

میرے پاس دِل دماغ نہیں
خودی نہیں، اندر کی ذات نہیں
مجھ میں طاقت نہیں، محبت نہیں
نفرت نہیں، حسرت نہیں، حیرت نہیں
کوئی غرض نہیں، کوئی ارمان نہیں
سزا نہیں، سجدہ نہیں
فریب نہیں، خدا نہیں

غرض اِس حیرت کدہ عالم میں ایک بسیط اور "اتھاہ گمشدگی" ہے۔ زندگی چونکہ ایک متحرک اور رواں دواں حقیقت ہے، ہر دم نئے چولے بدلتی ہے۔ اِس انقباضی حالت کے بعد شاعر میں اچانک اپنی ہستی کا شعور جاگ اٹھتا ہے۔ اُسے احساس ہوتا ہے کہ یہ سارا کارخانہ قدرت اسی کی وجہ سے متحرک اور رواں دواں ہے۔ یہ نمودِ حسن اُسی کی دید کا منتظر ہے، اُسی کی شہادت کا طالب ہے کہ اِس کی

غزلؔ

شہادت کے بغیر اپنی تکمیل نہیں کر سکتا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ شاعر کو لگتا ہے کہ خود خدا آدمی کے بغیر نامکمل ہے۔ بقولِ غزلؔ:

خدائی تو میرے آغوش میں ہے
میرے ہونے سے اِک آباد تم ہو

کہاں اپنی "لامعنویت" کا احساس کہ میں کچھ بھی نہیں اور کہاں یہ احساس کہ ساری خدائی تو میرے آغوش میں ہے۔ دراصل "قبض و بسط" کی یہ حالت اپنے معیار اور اپنی سطح پر ہم سب میں مشترک ہے۔ قبض و بسط کی یہ حالت اقبال کے اِس شعر میں دیکھیے

مئی شود پردہ چشم، پر کاہے گاہے
دیدہ ام ہر دو جہاں را بہ نگاہے گاہے

کہاں یہ دعویٰ کہ "خدائی تو میرے آغوش میں ہے" اور کہاں غزل کی یہ تمنا یہ آشا۔

دستِ قدرت کرے میری تکمیل
اشک کے آبشار میرے ہیں

غزلؔ ہی نہیں بلکہ اقبال بھی اِس دنیا کو اپنے ہی پندار کا صنم خانہ اور اپنی ہی گردشِ پرکار کا حلقہ تصور کرتے ہیں:

غزل ؔ

این جہاں چیست صنم خانہ پندارِ من است
حلقہ ہست کہ از گردشِ پرکار من است

اور پھر اِس جہاں کے خدا کے سامنے غالب کے الفاظ
: میں اپنے پندار کا صنم کدہ اس طرح ویران کئے ہوئے ہے

ہمہ افکار من از تست چہ دَر دِل چہ بہ لب
گہر از بحر برآری یانہ آری از تست
مَن ہماں مشتِ غبارم کہ بہ جائے نہ رسم
لالہ از تست ونِم ابر بہاری از تست
(اقبالؔ)

آخر میں ڈاکٹر کی ایک غزل کے چند اشعار پیش نظر
:

غم کے سارے دیار میرے ہیں
خواہشوں کے انبار میرے ہیں
میرا ابہام، میرا سوزِ دروں
حادثے کتنے یار میرے ہیں
دستِ قدرت کرے میری تکمیل
اشک کے آبشار میرے ہیں
غفلتِ نگہہ شوق اتنی غزلؔ

غزل

محبتوں کے مزار میرے ہیں

شاعر دونوں کا خریدار ہے اِس فرق کے ساتھ کہ غم کے

سارے دیار خواہشوں کی انبار کیوجہ سے ہیں یا پھر دونوں کو

:اپنا مقدر مان کر۔ غالب کا ایک شعر ہے۔

اسد شکوہ کفر و دعا ناسپاسی

ہجومِ تمنا سے ناچار ہیں ہم

شاعر کا ابہام اور سوز دروں غور طلب ہے۔ سوز دروں ایک

مانوس کیفیت اور واضع حقیقت ہے اور ابہام کا مطلب ہی

''دھندلکا'' ہے یہ دھندلکا اور مانوس کیفیت شاعر کا ہی

نہیں ہم سب کا مقدر ہے۔ یعنی ہم سب اِس حیرت کدہ

عالم میں '' مانوس اجنبی'' ہیں۔ یوں بھی لگتا ہے کہ انسانی

فکر اِس Ambivalence of feeling سے آگے جا بھی

نہیں سکتی گو اقبال کا دعویٰ یہ بھی ہے '' میری نگاہ توڑ دے آئینہ

مہر و ماہ۔

آخری دو اشعار میں مجھے میر کی گھلاوٹ اور گداختگی

نظر آتی ہے کہ اشک کے آبشار اور محبتوں کے مزار میرؔ کے

ساتھ ہی مخصوص ہیں گو خود ڈاکٹر کا اندازِ سخن میرؔ سے زیادہ

غزل

فیض کے قریب ہے اور تفاوت زمانی کی بنا پر ایسا ہونا ہی ہے۔

محمد مظفر حاجی
چرارِ شریف کشمیر

غزل

ڈاکٹر غضنفر علی غزل

دورِ جدید کا شاعر

ڈاکٹر غضنفر علی غزلؔ شاعروں کے پرستار اور شاعری

کے دلدادہ ہے وہ ایک زبرست معالج ہونے کے باوجود دِل کو جذبات

کا منّبہ سمجھتے ہیں۔

چھوڑدیں شکوے اپنے رنج وملال

ہونا،ہیکس جگہ کہاں سے الگ

یہ ایک واضع حقیقت ہے کہ غزلؔ کی روایت مختلف تجربوں

سے گذرتی رہی لیکن اسکی بنیادی حثیت تبدیل نہیں ہوئی غزلؔ

کی تاریخ کو صحیی معنوں میں انسانی تاریخ کا عکس کہنا چاہئے۔ یہی

وجہ ہے کہ سرزمین کشمیر میں ایک طرف

فلک بوس پہاڑوں کا برہنہ جسم یاکہ برف پوش

کوہساروں کا سیم تن ہونا جھیل ڈل کی پُر کشش شکاروں کی قطار

دیکھ کر کوہِ ماران صوفیوں کی خانقاہوں سے معرفت اور

اخوت کا دیا جانے والا درس، ضرور اپنی جانب متوجہ کرتا

غزلؔ

ہے۔ یوں تو الطاف حسین حالی بھی غزل کے بارے میں لکھتے ہیں۔ حالانکہ حالی خود غزل کے شاعر تھے اور شاعری کار چا ہوا ذوق بھی رکھتے تھے اس لئے انہوں نے غزل کے مزاج کو بڑی خوبی سے سمجھا ہے۔ وہ غزل کے نقاد تھے اور شاید پہلے نقاد تھے جنہوں نے غزل کی عظمت اور برتری کا احساس دلایا اور غزل کو نئی منزلیوں سے روشناس کرایا۔ ہمارے یہاں وادی گلپوش میں اردو کے چند گراں قدر شعراء کچھ بہ قید حیات اور کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئے مرحوم حکیم منظوؔر میر، غلام رسول نازکیؔ، شوریدہ کشمیری، رفیق رازؔ، ہمدم کشمیر، محمد زمان آزردہ وغیرہ حکیم منظور کا ایک مصرعہ یاد آیا۔

جو آنکھیں دیکھتی تھیں لب اسے ادا کرتے

اور رواں زمانے کی ایک نئی آواز معروف معالج اور شاعر غضنفر علی غزلؔ یوں لکھتے ہیں۔

اب کاسہ دِل لے کے چلا ہے غزل کدھر
پیمانہء احساس میں خون جگر بہت

یہاں غزلؔ صاحب شعری کردار کی حوالگی کو قائم رکھتے ہوئے اپنے ہی کاسہ دِل کے آیئنے میں اپنی داخلی شخصیت کے خدوخال

غزلؔ

کو پیمانہ احساس میں خون جگر بھر کر ایک حساس درد مند اور بیدار دل انسان کی شخصیت ڈھونڈتا ہوا جا رہا ہے۔

چنانچہ موجودہ پر آشوب دور میں سانس لیتے ہوئے بھی وہ امید افرینی اور خواب بینی کے دوبے کو برقرار رکھتا ہے۔

خوابوں کے ڈھیر سے ملے نسخہ وفائے یار

حیران حروف کہہ گئے ہم بے خبر بہت

غضنفر علی غزلؔ صاحب کی تصنیف "گلبنِ خیال" انکا تیسرا شعری مجموعہ ہے۔ "نشاط نظر" پہلی کتاب "طراز فکر" دوسری اور یہ تیسری "گلبنِ خیال" یوں تو ڈاکٹر صاحب کشمیری زبان میں بھی خوبصورت شعر لکھتے ہیں مگر اردو ادب وشاعری سے انکا زیادہ ہی لگاؤ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں غزلوں کے علاوہ نظموں کا بن بھی ہے انکی نظموں کا Protagonist اپنے دوبے اور طرز فکر کے حوالے سے سادہ اور شفاف ہونے کے باوصف یک رُخی دیکھنے کے علاوہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر اپنی ہی منقسم شخصیت کا پتہ دیتے ہیں۔ کبھی یہ رقیب۔ کبھی مدعی اور مدد دیکر کو مدمقابل رکھ کر یوں لکھتے ہیں۔

غزل

ایک مشتِ خاک میں

کاسہء دل

میرے لہو کی گردش

شدت کی تشنگی

مضطرب کب سے

ہجومِ شوق لئے

خیابانِ بے رنگ صحرا

مرحلہء دشوار

غمِ ستم جفا لئے

میرے خیال میں غضنفر علی کو شاعری ورثے میں ملی ہے کیونکہ انکے خاندان سے وابستہ حاجی الیاس، حاجی رسول وغیرہ جیسے فارسی اردو اور کشمیری کے معروف قلمکار گذرے ہیں۔ حتاکہ ڈاکٹر صاحب کے والد گرامی حاجی عبدالقیوم صاحب ایک بلند قامت سیاست داں تو گزرے ہیں اصل میں انکا خاص لگاو ادب سے تھا۔ سنا ہے کہ ۱۹۵۶ء میں جب قیوم صاحب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایم، اے ایل بی کی ڈگری حاصل کر رہے تھے اس دور میں پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب شعبہ اردو کے

غزلؔ

سربراہ تھے۔ایک سمینار میں قیوم صاحب نے ایک مقالہ پڑھا وہ سن کر صدیقی نے کہا تھا کہ عبدالقیوم صاحب آنے والے وقت میں برصغیر کے ایک اعلا نقاد شمار کیا جائے گا اور بجا طور پر ڈاکٹر غضنفر علی غزلؔ صاحب کی شاعری غزل ہو یا نظم یہ قاری کو اپنے جزباتی خلوص سادگی اور دانشورانہ آگہی سے اپنی جانب راغب کرتا ہے۔یہ تو شاعری کا کمال بھی ہے اور خلوص کا نتیجہ بھی۔ڈاکٹر صاحب ریاست کی سرکردہ ادبی تنظیم کشمیر مرکزِ ادب و ثقافت کے خاص رکن بھی ہے اور مشیر بھی۔اللہ ڈاکٹر صاحب کو عمر دراز عطا کرے۔آمین

عنایت گلؔ

جنرل سیکریڑی کشمیر مرکزِ ادب و ثقافت

چرار شریف

غزل

ایک مشتِ خاک میں

کاسہء دل

میرے لہو کی گردش

شدت کی تشنگی

مضطرب کب سے

ہجومِ شوق لئے

خیابانِ بے رنگ صحرا

مرحلہء دشوار

غمِ ستم جفا لئے

میرے خیال میں غضنفر علی کو شاعری ورثے میں ملی ہے کیونکہ انکے خاندان سے وابستہ حاجی الیاس، حاجی رسول وغیرہ جیسے فارسی اردو اور کشمیری کے معروف قلمکار گذرے ہیں۔ حتا کہ ڈاکٹر صاحب کے والد گرامی حاجی عبدالقیوم صاحب ایک بلند قامت سیاست داں تو گزرے ہیں اصل میں انکا خاص لگاو ادب سے تھا۔ سنا ہے کہ ۱۹۵۶ء میں جب قیوم صاحب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایم، اے ایل بی کی ڈگری حاصل کر رہے تھے اس دور میں پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب شعبہ اردو کے

غزلؔ

سربراہ تھے۔ایک سمینار میں قیوم صاحب نے ایک مقالہ
پڑھا وہ سن کر صدیقی نے کہا تھا کہ عبدالقیوم صاحب آنے
والے وقت میں برصغیر کے ایک اعلا انقاد شمار کیا
جائے گا اور بجا طور پر ڈاکٹر غضنفر علی غزلؔ صاحب کی
شاعری غزل ہو یا نظم یہ قاری کو اپنے جزباتی خلوص سادگی
اور دانشورانہ آگہی سے اپنی جانب راغب کرتا ہے۔یہ تو شاعری کا
کمال بھی ہے اور خلوص کا نتیجہ بھی۔ڈاکٹر صاحب ریاست کی
سرکردہ ادبی تنظیم کشمیر مرکزِ ادب وثقافت کے خاص رکن
بھی ہے اور مشیر بھی۔اللہ ڈاکٹر صاحب کو عمر دراز عطا
کرے۔آمین

عنایت گلؔ
جنرل سیکریڑی کشمیر مرکزِ ادب وثقافت
چرار شریف

غـزل



کیوں نہ جینے کا اہتمام کریں
وقت کو پھر سے صبح و شام کریں

ہے کہاں اب خلوص دل، شفقت
رفعتِ دِل تجھے سلام کریں

ہر طرف سائے کیوں تمنا کے
میری ہستی کو ہی تمام کریں

غزل

درد بھی غم بھی اور دُکھ بھی میرے
رنگ دیں کیسے، کس کے نام کریں

کون سنتا ہے کیوں سُنے کوئی
خود سے ہی اب تو ہمکلام کریں

تو ہی ہر خانۂ دِل میں مقیم
اُن کے دل میں غزلؔ مقام کریں

...☆...

غزل



وہ جو بیٹھی تھی
جھُلستی دھوپ میں
دوڑ کے آئی
میرے سائیوں کی طرف
اس لئے کہ
تھوڑا سنبھالے اپنے کو
کچھ راحت ملے
ٹھنڈک ملے

غزل

بادِ صبا چھو لے
رستے زخموں کو مرہم ملے
طاقت ملے
......نڈھال جسم کو
مگر اچانک
واپس مڑی
حیران، پریشاں
شاید یہ دیکھ کر
کہ یہ سائے
جو ہر پل بڑھتے جا رہے ہیں
وہی تمنا کے سائے
ویسے ہی
جن سے وہ جھلس گئی
تمنا کے سائے میرے

غزل

سمجھتی نہیں

......یہاں بھی

مشترک زیست میں

مشترک رستوں میں

اُلجھے شطرنج پر

سارا مشترک

تیرے لئے

میرے لئے

چلتے رہو

سہتے رہو

جیتے رہو

...☆...

غـزل ؔ



جی لئے ہم کچھ نہیں یاں خاص تھا
جو بھی کچھ تھا وہ میرے ہی پاس تھا

میرے سانسوں میں مہک اُس کی ہی تھی
وہ کہاں تھا یہ میرا احساس تھا

سِلسلے سارے میرے، اِس زیست کے
پھر کہاں کس موڑ پر بے آس تھا

غزل

رقص کرتے ہیں عکس رُخِ یار کے
اشکِ گریاں میں یہی کچھ خاص تھا

آئینے پہ آئینہ بدلے ہیں ہم
عکس بدلے گا غزلؔ وسواس تھا

...☆...

غزل



جب وہ بچھڑے تو زار زار روئیے
اتنا روئے کہ بار بار روئیے

اشکِ گریاں ہے کیوں لہو ٹپکے
دِل جگر میرا آر و پار روئیے

جسم کا، ذہن کا، روح کا جُز
تم نہیں پاس تو قرار روئیے

غزل

نوحہ گر روئیے کیوں یہ میری ذات
درد اپنا ہے بے شمار روئیے

سادگی ایسی سر خم تسلیم
پھر بھی میرا ہی اعتبار روئیے

نقش بدلے شہر نے ایسے غزل
نو بہاروں پہ لالہ زار روئیے

...☆...

غزل



زندگی ہیچ یہ فکر و عمل آیا
جب بنائے محل تو اجل آیا

سارے وہ لالہ وزار تمنا کے
خانۂ دِل میں سارا اجل آیا

سارے سنگ، سرِ راہ اٹھائیے تبھی
مست و رقصاں چلے ٹہل آیا

غزل

اتنا چاہا جمالِ لب و رخسار
حسنِ آفاق کا قلم آیا

بارگاہ تیری تھی اشک ٹپکا
کھل گئی گلشنیں فصل آیا

مختصر ہو چلی ہے راہِ وفا
بے طلب ہر جنوں چل آیا

داغ اپنے سجا لئے ایسے
دیدۂ شوق سے وہ کل آیا

غزل

عشق میں تیرے، کتنی حد کر دی
تیری خاطر خلد سے چل آیا

عُمرِ رفتہ زخم چھلکتے رہے
وقتِ رُخصت ہی تھا وصل آیا

ہر طرف پھر سے شورِ مشتاقاں
جب بھی آیا وہی غزل آیا

...☆...

غزل



پتہ نہیں کیوں
میں دنیا چھوڑنا نہیں چاہتا
کیوں مجھے اِس سے پیار ہے......

یہاں سبزہ زار ہیں
کیڑوں سے بھرے ہوئے بھی
یہاں پھل ہیں
جن میں زہریلی دوائی ہے
یہاں پھول ہیں

غزل

مہک سے بھرے ہوئے
وہ بھی جن میں مہک نہیں
دریا ہیں
ندیاں ہیں
جھرنے بہتے ہیں
سارا پانی
میلا
ناپاکی سے بھرا ہوا
پھر بھی
پتہ نہیں کیوں
میں دنیا چھوڑنا نہیں چاہتا
کیوں مجھے اِس سے پیار ہے......

غزل

یہاں ہوا ہے
جاں فزا ہوا
صبح آتی ہے بادِ صبا بھی
ہوا ہے
آلودگی سے بھرا ہوا
اِک شورِ محشر ہے
ظالم کی ہوا بھی
شہرِ ستم ہے
بہت غضب ہے
روشنیاں ہیں
سوزِ محبت ہے

غزل

عکسِ رُخِ یار کی فروزانی
حدیثِ دلبراں ہے
تمنا کے درد بھی ہیں
حسرتِ دید ہے
دربار سجتے نہیں
ظلمتیں چھائی ہیں
پھر بھی
پتہ نہیں کیوں
میں دنیا چھوڑنا نہیں چاہتا
کیوں مجھے اِس سے پیار ہے......

غزل

کتنی عظمت ہے پہاڑوں میں
کیسے منظر
آسماں سے بات کرتے ہیں
اونچے ہیں
اپنی شاں ہے اُن میں
سر بھی نہیں کر سکتے
لیکن
وہ پہاڑ بھی ہیں
جوالا مکھی
پھٹتے ہیں کبھی کبھی

غزل

نگل لیتے ہیں بستیوں کو
مرتے ہیں لوگ
پھر بھی
پتہ نہیں کیوں
میں دنیا چھوڑنا نہیں چاہتا
کیوں مجھے اِس سے پیار ہے......
منزلیں کتنی ہیں
نفرت کی، ہوس کی
ہجراں کی، حسرتِ یار کی
جفا کی، بے ایمانی کی

غزل

بے سکونی کی، فریب کی
ظلمتِ شب کی، دھوکہ کی
دُریدہ جگر کی، گناہوں کی
دردوالم کی
افسردہ مہک کی
سوکھے سبزہ کی
دشت کی، سرابوں کی
چنگیز اور ہٹلر کی
قیس وفرہاد کی
پھر بھی

غزل

پتہ نہیں کیوں

میں دنیا چھوڑنا نہیں چاہتا

کیوں مجھے اِس سے پیار ہے......

منزلیں کتنی ہیں

پیار کی، الفت کی، عشق کی

حُسن کی، دیدار کی

جنوں کی، رُخِ یار کی

وفا کی، سکوں کی

حق کی، شوق کی

تمنائوں کی، روشنیوں کی

خوشیوں کی، بہاروں کی

غـزل

مہکوں کی، لالہ و گل کی
شاید کبھی
نظرِ وفا
غم کی رنگت بدل دے
اور
چاہتِ زندگی دوام
کو اعتبار ملے

...☆...

غزل



کامراں زندگی گذاری ہے
جو تیری فکر میں گذاری ہے

کچھ تو احساں تیرے مگر پھر بھی
زیست، مشکل زلف سنواری ہے

جوشِ وحشت سے ہم بھی گھبرائیے
دل ہی کافر کہ بے قراری ہے

غزل

ہم مسافر نگر نگر گھومے
ہر رہِ شوق تو تمہاری ہے

کتنے دلکش تیرے لیل و نہار
دلِ پُرخوں نظر ہماری ہے

رہروِ زیست ہر قدم شامل
بندگی میں کہاں عیاری ہے

میرے جذبات پہ درد کے سائے
پھر دلِ زار نے ابھاری ہے

غزل

پارسائی تیری آئی ہے کام
سوزِ دِل وصل کی تیاری ہے

سارے حرفِ جنوں لب پہ غزل
دِل سے طرزِ فغاں اُتاری ہے

...☆...

غزل



راحت وصل کا انتظار نہیں
اتنے تنہا کہ کچھ شمار نہیں

درد کے ساز، خامہ خونچکاں اپنے
داغِ دِل اتنے، اب قرار نہیں

دل کے گوشوں میں کیا جنونِ وفا
جام پہ جام کچھ خمار نہیں

غزل

ہے غمِ زیست، مرگ ولاچاری
ازل سے ہم کو اختیار نہیں

فکرِ فردا پہ عہد غم بھی تیرا
عشق دل میں، وفا شعار نہیں

سوزشِ دردِ دل، جاں گذاری
کچھ عقیدت بھی استوار نہیں

اے غزل اک خُمار کدہ ہے یاں
ہر نشہ جلوئہ بہار نہیں

...☆...

غـزل



وہ جنوں عشق تھا یا میرا دل، وہ کیا تھا
شکستہ عکس میرے یا میری منزل، وہ کیا تھا

میرے دُریدہ لباس پہ موجِ خوں کا سفر
وہ نقشِ دردوالم کہ روحِ بسمل، وہ کیا تھا

حسابِ مہ و سال میں رہ گئے اکثر ہم
تیرا کوچہ تھا کہ لبِ ساحل، وہ کیا تھا

غزل

دشتِ رہ منزل کو پار کر بیٹھے مگر
وہ ہجر تھا یا وصل کی محفل، وہ کیا تھا

بڑے محو ہوئے لذتِ میخواری میں غزل
نتیجہ عکسِ رُخِ یار یا بزمِ قاتل، وہ کیا تھا

...☆...

غزل

صرف تم......

تم ہو کہ میرے ساتھ ہو
تم ہو کہ میرے پاس ہو.......
میرے مسکن میں اپنی قبا میں
زندگی کے نشیب میں فضا میں
سفر کے فرازوں میں، صبا میں
راہ تمنا میں، چھلکتے جام و مینا میں
ہجر کے صحرا میں، غم فردا میں
گردش دوراں میں، تقاضائے وفا میں

غــزل

تم ہو کہ میــرے ســاتھ ہو
تم ہو کہ میــرے پاســس ہو.......
غــمِ روزگار کی مایوسی مــیں
ســتم مــیں، بے نشاں مزاروں مــیں
قفــس کے اندھیــروں مــیں
دل کے آتشیں داغوں مــیں
جبــر کے دشتوں مــیں، بوجھل لمحوں مــیں
طوق ودار کے میدانوں مــیں
تم ہو کہ میــرے ســاتھ ہو
تم ہو کہ میــرے پاســس ہو.......

غزل

دل کی تاریک شگافوں میں
مضمحل ساعتوں میں، صبائوں میں
نکھری ہوئی بہاروں میں
شمس و قمر کی رعنائیوں میں
سحر کی مہکی ہوئی خوشبوئوں میں
نغموں کی بجتی ہوئی طنابوں میں
تم ہو کہ میرے ساتھ ہو
تم ہو کہ میرے پاس ہو........
دل کے بجھتے، جلتے ایوانوں میں
اپنے درد میں، دکھتی ہوئی رگوں میں
ڈوبتے دن کے اُداس لمحوں میں

غزل

سیہ رات کے خاموش آسمانوں میں
تیری یاد کے نہاں ہاتھوں میں
اپنی رگِ جاں کے سارے ریشوں میں
تم ہو کہ میرے ساتھ ہو
تم ہو کہ میرے پاس ہو.......

ابھی تک، اخر تک، ساری راہِ زندگی
ہر قدم، ہر ساعت سارے سفرِ عاشقی
خزاں ہو، بہار ہو یا پوری بے رُخی
کبھی جوشِ دل، کبھی دھڑکن کی کمی
کبھی بادشاہی، گداگری یا بندگی
ساری کیفیتوں میں صرف یاد تیری

غزل

تم ہو کہ میرے ساتھ ہو
تم ہو کہ میرے پاس ہو.......
رفیق راہِ تم ہی کوئی شک نہیں
ہر موڑ پر تم ہی کوئی شک نہیں
میرے خواب، میرے نغمے، میرے محلات
میری امید، میری آس کوئی کسک نہیں
میرے دل میں ذہن میں، کوئی نہیں
شاید اِس رینگتی حیات میں کوئی نہیں
......بس
تم ہو کہ میرے ساتھ ہو
تم ہو کہ میرے پاس ہو.......

...☆...

غـزل



غـم کے سـارے دیار میـرے ہیں
خواہشوں کے انبـار میـرے ہیں

وسعتِ عہدِ غم ابھی مت پوچھ
مُنتشر سب بہـار میـرے ہیں

ہے طلسمِ دہر صـدائے حیـات
روح کے الجھے تار میـرے ہیں

غزل

وادیِ عشق سر کریں کیسے
دل کے گلگوں عیار میرے ہیں

میرا ابہام، میرا سوزِ دروں
حادثے کتنے یار میرے ہیں

دستِ قدرت کرے میری تکمیل
اشک کے آبشار میرے ہیں

چشمِ جبریل کیا ملے یارب
ہر نظر اختیار میرے ہیں

غفلتِ نگہِ شوق اتنی غزل
محبتوں کے مزار میرے ہیں

...☆...

عکسِ یاد

تیری یادوں کے محور
خیالوں کے گہرے سمندر میں
تہہ در تہہ گہرے اندھیروں میں
تیرے عکس، یاد کی روشنی
درد کی موجیں
بے چیں ہو کے
دل کے تاروں کو
چھیڑ کے
یادوں کے دبیز پردوں
کو ہلا کے
اک طوفاں برپا کر کے

غزل

جگادیتی ہیں
نکال دیتی ہیں
اس دھرتی پر
جہاں میں اجنبی
اجنبی شہر، اجنبی دیار
پریشاں
......کیا کروں

...☆...

غزل



تم سے جدا ہوئے تو زمانہ بہت ہوا
اے نفسِ سرفروش بہانہ بہت ہوا

اس شہرِ آرزو میں وحشت میری نہ پوچھ
مرتے رہے جیتے رہے مرنا بہت ہوا

ہم نے جنونِ دل کی سنائیں حکائیتیں
کہتے گئے طلسمی فسانہ بہت ہوا

غزل

ہستی کی کشاکش میں رکے نبضِ جگر اب
چھوٹا کریں کہ دامِ تمنا بہت ہوا

سینے کی جلن، تپشِ دِل، آتشیں نفس
آتشکدۂ زندگی جلنا بہت ہوا

تجدید تمنا ہو، وفا ہو، لہو کی بوند
اب چشمِ خوں فشاں کا بہنا بہت ہوا

چھُٹ جائیں گے زخمِ جگر جانے کب تلک
اِس بات پر بھی جاں سے جانا بہت ہوا

غزل

یہ دِل تو ہو گیا ہے گزر گاہِ خیالِ یار
اے یادِ یار تیرا ٹھکانا بہت ہوا

شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں کوئی سمجھے
تاثیرِ قیس و کوہکن، پرانا بہت ہوا

وہ اضطرابِ شامِ غم اور تپشِ دل میرا
نقشِ خیالِ یار تو جینا بہت ہوا

کب تک چھپائے درد کا ہنگامہ تو غزل
جوشِ گلِ بہار میں ہنسنا بہت ہوا

...☆...

غزل

تم نے.........

تم نے کیا نہیں دیا مجھے
سکوت کی بے پناہ فضا
دل و دماغ اور روح
کا سکونِ بے انتہا
دشتِ زیست کی پر خار راہوں
پر مہکی ہوئی
خوشبوئے صبا
غم کے نیلگوں سمندر میں
موجوں کے طلاطم میں
خاموشی کے قبا

غزل

زندگی کے نشیب و فراز میں
مڑے ہوئے
ٹیڑھے رستوں میں
منزل کی جانب
گامزنی کی ہمت.......

تم نے کیا نہیں دیا
مجھے.......
سیاہ راتوں، بوجھل لمحوں
دل کے بنجر شگافوں میں
دیئے تم نے
سر سبز لالہ وزار
روکی میرے دل کی
ڈوبتی نبض
دی دھڑکنوں کو

غزل

پھر زندگی
لگتا ہے شاید میری
زندگی تم ہی ہو
میری نہیں
تمہاری.....

تم نے کیا نہیں دیا
مجھے......
وفا کی راہ میں
راہِ محبت میں
اپنا مقام تلاش کرنے میں
اپنے کو تلاش کرنے میں
تم نے رستہ دکھایا
میں جو ازل سے
گم شُدہ

غزل

رفعتِ سفر کی منزلوں

کی طرف

کھلے فضا میں

لہراتی کائیناتوں میں

میرے کو مجھ سے

ملایا......

تم نے......

...☆...

غزل



غم ہائے محبت میں ہر راہ میں ڈیرا ہے
یاں وقت نہیں ہوتا ہر شام سویرا ہے

ہر نقش محبت کا صدیوں سے بنا مٹتا
ہوتا نہیں مکمل ہر رنگ بکھیرا ہے

کچھ ذات نہیں رہتی دعوائے محبت میں
الفت کے تقاضے ہیں فرماں نہیں پھیرا ہے

غزل

موجِ ہوا لے جائے مشتِ غبار ٹھہرے
بکھریں گے کبھی ہمدم یاں رین بسیرا ہے

تیری کائنات رنگیں، ہر رنگ میں ڈھلے ہم
اس قلب کی چلمن میں سورج بھی اندھیرا ہے

ٹھہرے کہاں یہ عمرِ گریزاں غزل نہ پوچھ
صدیوں کی مسافت میں بس خواب تو تیرا ہے

...☆...

غزل

میرا سفر......

میرا سفر
مدتیں بیت گئی
چلتا رہا
کتنے دشوار
ٹیڑھے پر پیچ رستے
کہیں موڑ کہیں دشت
دشت خوابوں کے
دشت سرابوں کے
دشت ارمانوں کے
دشت اشکوں کے

غزل

دشتِ فراموشی
دشتِ اُمید
دو چار قدم اور چلوں
سانس تھامے دل کو تھامے...

نگاہوں میں
عکسِ رخِ یار
حسرتِ دید
ہجراں کے لمبے پیڑ
دور کہیں جشن
دُھنوں کی صدا
نظر سنبھالوں

غزل

تنہائی میرا ہمدم
اور چلوں......

دل کے نقش پر
تم
بہار آیئے گی
آرزو کی کرن
نور کی لہر
حُسن آفاق
صبح کی تمہید
اور چلوں......

غزل

سحر کی بات، سحر کی امید

اپنا احساس

اپنا وفا

اپنا زیاں

اپنا حرف

اپنا سفر......

میرا سفر......

...☆...

غزل



مصروفِ سفر، یہ میرا سفر، رفتار نہیں ہے
افسردہ سلگتی شام سے آزار نہیں ہے

آرام نہیں راحت نہیں چلتے رہے ہیں ہم
کچھ داستانِ زیست بھی بے کار نہیں ہے

ہر دیدۂ تر سے ملے ہر راہ گذر میں
اب ضبط کی زکواۃ سے انکار نہیں ہے

ہے دشتِ زندگی سے عقل و خرد بھی حیراں
لیکن نگاہِ شوق میں پُر خار نہیں ہے

غـزل

ہر راہ میں دیکھے ہیں ارمانوں کے مقتل
دنیا یہی دنیا ہے دربار نہیں ہے

اے ذوقِ نظر غلبۂ ظلمت میں تیری آس
ہے دل میں صداقت کوئی غم خوار نہیں ہے

یاں روز و شب کچھ حرفِ تمنا جلے میرے
یہ آزمائش دل و نظر اقرار نہیں ہے

ہیں کتنے فسوں، کتنے معلیٰ تیری محفل میں
یہ راز تو اپنا غـزل بازار نہیں ہے

...☆...

غزل



غرورِ عشق کی بُنیاد تم ہو
جمالِ خوبِ دل ایجاد تم ہو

جلے ہیں دل کے سایئے مدتوں سے
رہ شوقِ وفا امداد تم ہو

نشاط و غم سے میری بے نیازی
کرم اُنکا کہے آزاد تم ہو

غزل

تم ہی دیتے ہو، لیتے ہو میری جاں
خلق کا شکوۂ بے داد تم ہو

یہ وصل و ہجر کا قصہ چلے گا
میرے خونِ جگر فریاد تم ہو

خدائی تو میرے آغوش میں ہے
میرے ہونے سے اِک آباد تم ہو

یہ بربطِ زندگی کی تیز کر کے
غزل اُڑتا مگر صیاد تم ہو

...☆...

غزل

میری جاں چند لمحے

آنا میری جاں چند لمحے.....
جب گلابوں کی بہار
خورشیدوں کا کندن
چاند کی چاندنی
جب سیہ ہو کے منڈلانے لگے.....

جب میرے اندر دبا
صدیوں کا درد، غم گیتی

حسرتوں کا غمکدہ
میرے سینے کو تڑپانے لگے
آنا میری جاں چند لمحے ....

غـزل

جب بو جھل لمحے، درد و الم
دردِ عشق اور بسمل زخم
میرے لہو کا واویلا
ہر رگِ جاں سے چلانے لگے

جب دِل مضطرب کی
ہر تارِ خوں سے
ہر موجِ خوں سے
غیظ و غم کی صدا آنے لگے

آنا میری جاں چند لمحے....
میری قضا سے پہلے
موت اور زیست کی ان دکھی لکیر
جب نبضِ ہستی کو مٹانے لگے

غزل

جب جسم کی قید سے
ملے رہائی
میری جاں زار کی
مٹی لہرانے لگے اُڑنے لگے
خاک ذرہ ذرہ
تیرے عکس سے روشن

تیری یاد لئے
ساری کائیناتوں میں بکھرنے لگے
وہی وصالِ منزل میرا
آنا میری جاں چند لمحے...
اُس سے پہلے
صدیوں کے یارانے ہیں.....

...☆...

غزل



میرے شب و روز کے زیاں بھی رہے
غم و الم درد کے فغاں بھی رہے

بولتے غم دکھے ہیں آنکھوں میں
غمِ جگر کے کئی عیاں بھی رہے

بے سکوں لوگ اور جاں بلبی
غمِ دوراں کے یہ فاں بھی رہے

غزل

سوزشِ داغ سایۂ پنہاں میں
موسمِ گل بھی ہے خزاں بھی رہے

کوئی توقع اُمید کس کی رکھے
زیست زنداں ہے، امتحاں بھی رہے

دِل نشیں حرف تُو ہی، الفت بھی
پھر بھی کچھ حرف سرِ نہاں بھی رہے

سارے مصروف سب زنجیر بہ پا
کتنے مہ و سال یہ زماں بھی رہے

غزل

کچھ خیالوں کے گل پروئے ہیں
موسمِ ہجر میں اماں بھی رہے

یاں تو رسمِ دہر ہے عہدِ وفا
جھرنے وعدوں کے کچھ رواں بھی رہے

رگِ جاں ہے غزل وہی جاناں
وہ رُواں ہے وہی زباں بھی رہے

...☆...

غزل



وہ تو شیریں دہن رکھتے ہیں
ہم بھی آدابِ سُخن رکھتے ہیں

یہ تقاضائے وفا کیسے ہوا
بے یقینی کا ذہن رکھتے ہیں

یہ مزاجِ وقت بدلے روز و شب
پھر بھی ہم نقشِ کہن رکھتے ہیں

ہم ازل سے آتے جاتے لوگ کیوں
ہر نگر دار و رسن رکھتے ہیں

غــزل

اب تلاش یار میں کرئے تو کیا
جاں و دل ہم بھی رہن رکھتے ہیں

تیری الفت، تیری حُرمت، تیری یاد
سب شگوفوں کا وزن رکھتے ہیں

اِس طلسماتی جہاں میں کیا کریں
دامنِ دل کو پہن رکھتے ہیں

جان کف پہ لئے جاتا ہے غــزل
تم سے اِک دیوانہ پن رکھتے ہیں

...☆...

غزل



تیری الفت تیری یادیں غمِ دوراں کہیئے
چاک ہیں سارے زخم کوئی درماں کہیئے

ہر صنم خانے میں اِک بُت ہے خدا
سادہ دل بندے یہی داخلِ زنداں کہیئے

لوگ توکشکول لے کے جی رہے ہیں زندگی
عظمتِ رفتہ کہاں اوراقِ پریشاں کہیئے

راحتیں، کچھ دُوریاں، ہجر ووصال
تیری الفت میں یہی سائے ہراساں کہیئے

غزل

مفلس و نادار بھی، کچھ بادشاہ، کچھ کج کُلا
یہ جہاں رنگین ہے شورشِ رنداں کہئے

☆

میرے تیرے نقشِ پا سنبھلیں کبھی امید ہے
وقت کی زنجیر ایسی دشتِ امکاں کہئے

کوئی مضموں کوئی عنوان نہیں خوابوں کا میرے
ہم تو مجبورِ وفا سر بہ گریباں کہئے

جب اتارا ہے لبادہ اپنی ذاتوں کا غزل
شیشۂ دل کے کنول نازِ عروساں کہئے

...☆...

غزل



سکوں کی تلاش میں ہم ادھر اُدھر ملے
یہ شہر عجیباں کہ بہت ہم سفر ملے

نگاہِ شوق فروزاں ہے تیرے تصور سے
دِلِ مضطر تیرا ہی غم، شام و سحر ملے

میری تکمیل کیسے ہو کہ سخت ہیں آلام
کبھی اپنی انا بھی خود کو دربدر ملے

غزل

سحر قریب ہے کہ صبا چھو گئی ہے ابھی
یہ تو احساسِ سکوں کہ دیدۂ تر ملے

دل و جاں فکر میں تیری، فغاں بھول گیا
سکونِ قلب کبھی اسقدر بے خبر ملے

ہے کون سی اُمید کہ سرِ بزم بیٹھے ہیں لوگ
کوئی وعدۂ فردا، نہ وفا داماں تر ملے

غزل شبِ فراق میں جل بُجھ گیا ہے دل
مگر وہ سایۂ رخسار مجھے حدِ نظر ملے

...☆...

غـزل



رہِ شوقِ وفا مشکل مگر یہ فاصلے میرے
انہی پُرخار رستوں پر چلے ہیں حوصلے میرے

کبھی ہے دیدۂ پُرنم کبھی ہے خانۂ ویراں
غلط دعویٰ محبت کے بہت ہیں ولولے تیرے

تیری خوشیاں تیری رونق، بہاریں بھی تمہاری
درد کے رنگ سارے اور سارے دل جلے میرے

غزل

گراں گزری ہے تیرے ہجر کی آندھی تو دیکھو
اُکھڑ کے لے گئی سارے سکوں کے گھونسلے میرے

جمالِ یار سے روشن میرے ظلمات ہوتے ہیں
تیرے در پر سجودِ من، پا کے آبلے میرے

تم ہی آفاق ہو میرے، تم ہی افکار کا مرکز
غبارِ راہِ منزل ہوں یہ سارے قافلے میرے

غزل ہی قیس ہے فرہاد ہے، منصور بھی ہے
میرے ہی واسطے ہر عکس سارے معاملے میرے

...☆...

غزل



تو میری سانس کی روانی ہے
گویا یہ زیست کی کہانی ہے

کب جیئے کیا جیئے کس کے لئے
یہ پہیلی میری پرانی ہے

غم کے بازار میں رہے انمول
وحشتِ دل تیری نشانی ہے

غزل

ہر چمن ادھ جلا ہے آدم کا
بس صبا ہی تیری سہانی ہے

دردِ دل ہو کہ چاک دامن ہو
ہر نیازِ عشق تو زبانی ہے

کتنے مضمون فسوں سُلگتے رہے
جُز تیرے ہر جنوں فانی ہے

غزل

رقم کر الفتیں جو ابد تک ہیں
جاں اپنی تو آنی جانی ہے

چل رہا ہے یہ نبض ہستی کا
بہتی جائے غزل یہ پانی ہے

...☆...

غزل



آج وقتِ شام زخم کے نشتر لگتے رہے
چھلنی سینے میں کئی درد سلگتے رہے
اِس گھڑی میں تم دور یاد آتے رہے
بارش کے قطروں کی طرح دل پر گرتے رہے
ساری محبتوں کے لرزاں سائے اور اترتے رہے

عُمرِ رفتہ کی دُھندلی سڑکوں کو دیکھتے رہے
ان کہی باتوں کے قول و قرار کے پردے ہلتے رہے

میری تمناؤں کے بحرِ پُر شور میں زہر پیتے رہے
دُور کوئی درد والم کے گیت گاتے رہے
میرے غم کدے میں دھوم مچاتے رہے

غزل

میرے خیالوں کی ناودھاروں میں چلتے ہوئے
وہ ان دیکھی منجدھاروں میں بہتے ہوئے
دور تک اُن کو تکتے رہے
اپنے پہ رشک کرتے رہے
چپ چاپ آنسو بہاتے رہے
یادوں کے تار بجاتے رہے

چاندنی اُبھر رہی ہے
اِس نیلگوں اسماں میں
میری تیری راتوں کے سکوں کے بوٹے
بکھر رہے ہیں آفاق میں
پھیل رہی ہے آفاق پر
تیری یادوں کی کسک
تیرے زلفوں کی مہک

غزل

چھُٹ رہے میں درد کے دھارے

جیسے بُجھ رہے ہیں نمرود کے انگارے

اب نہ رات ڈھلے گی

نہ اندھیرا چھُٹے گا

یہ جادو نہ ٹوٹے

دل ہی تو ایسا ہے

میرا تیرے سوا کون ہے

شہرِ آشوب میں باصفا کون ہے

بس تیری یاد

تیرے سائے

...... سبھی کچھ تیرا دیا ہوا

...☆...

غزل



دل کی خاطر ایک لمبا سا زمانہ رکھ دو
جلوہ گاہِ فکر کو کوئی فسانہ رکھ دو

ڈھونڈنے جائیں کہاں دور افق پار اُسے
خاک کا یہ پیرہن چھوڑیں بہانہ رکھ دو

مار ڈالا ہے ہوئے مدفن وقت کی قبر میں
خواہشاتوں کے خزانوں کو نشانہ رکھ دو

...☆...

غزل

میرا شہر......

یہ شورشِ زیست، کوئی صدا نہیں
غم کے دھاگے الجھے ہوئے انتہا نہیں
یہ کیسا خُمار کدہ ہے حرفِ حق کی وفا نہیں
یہ شہر کتنا اداس ہے زینت نہیں بادِ صبا نہیں

کتنے مفلس، کتنے نادار، کوئی مضموں نہیں
بے بسی کا کوئی درماں نہیں
دل میں کوئی آگ فروزاں نہیں
اب تو میرے پاس کوئی عنواں نہیں

غزل

زخم زخم ٹوٹے جسم، پہچاں نہیں
ذہنوں میں خیال نہیں زباں نہیں
گرے دل کے لہو کا نشاں نہیں
بے نشاں مزار، کوئی زنداں نہیں

یہ کیسا شہر ہے میری جاں
کہ کوئی کسی سے مہرباں نہیں
کیسا انساں ہے کہ مکاں نہیں
اور غمکدے میں کوئی خدا نہیں

...☆...

غزل



اے ہم نفس یہ ذات میری بے نشاں ملے
ذوقِ نظر سے شمس و قمر ہر جہاں ملے

ہو جائے دردِ عشق ختم تیرے کرم سے
اِس شوق کے پیماں کو کچھ تو بیاں ملے

صدیوں کی گراں باری کا ہے بار اٹھایا
تائیدِ ستم کرنے کو سب بے زباں ملے

اے دیدۂ بینا ذرا تو دیکھ لے ہر سو
دِل میں لگی اِس آگ کو رازِ نہاں ملے

غزل

ہم بھی عجیب ڈھونڈتے ہیں اک عجیب شے
صدق وصفا، وہ حرفِ وفا اب کہاں ملے

ہم مشعلِ دل لے کے چلے کوچہ ءجاناں
تند و تیز ہوا میں مجھے کوئی مکاں ملے

ہر شوق کا عنواں نہیں مضموں نہیں ہوتا
بے نام سے افسون کو دل کی کماں ملے

بس معتبر تو ہے غزل شرحِ غم نہ دیکھ
کشکول لئے اہلِ جنوں نام و نشاں ملے

...☆...

غزل

میں کوئی نہیں.....

یہ زیست کی دوڑ
شُور محشر لگا ہے
سارے عذاب و ثواب
سارے خواب حباب
گلاب، شراب، زندگی حُباب
ایک دور اِک زمانہ
کتنے محدود لمحے ہیں
کوئی نیا رُخ نہیں

غزل

نئی صورت نہیں

مر گیا ہوگا.....

کوئی سرکشی نہیں

کوئی انا پرستی نہیں

بک گیا شعور سارا

آگہی بکی سارا عالم

کوئی دل شکنی نہیں

کوئی تلخ نوائی نہیں

یہ دعا نہیں یہ سزا نہیں

غزل

میرے پاس دل ودماغ نہیں
خودی نہیں اندر کی ذات نہیں
مجھ میں طاقت نہیں
محبت نہیں نفرت نہیں
حسرت نہیں حیرت نہیں
کوئی غرض نہیں ارماں نہیں
سزا نہیں، سجدہ نہیں
فریب نہیں، خدا نہیں.....

میں خوشی نہیں غم نہیں
درد اور لذت نہیں
قربت نہیں، فرصت نہیں

غزل

مرنے کا ڈر نہیں، رنج نہیں

دیر نہیں، صنم نہیں، خانقاہ نہیں

نہ حکایتیں نہ شکایتیں

میں اپنی ذات نہیں

میں کوئی نہیں

کوئی نہیں کہیں نہیں

...... میں کوئی نہیں

...☆...

غــزل



کوئی جھگڑا نہیں دنیا سے لیا ہے ہم نے
درد کافی ضبط کافی بھی کیا ہے ہم نے

جسم میرا سوچ میرا، نفس بھی میرا ہی تھا
سب الگ سانچوں میں رکھکر بھی جیا ہے ہم نے

ڈھا گیا ہے کوں، کیسے شہر کے سارے مکاں
ہر مکیں شہر پوچھے کیا کیا ہے ہم نے

غزل

دردصدیوں کے ملے بے مہر لوگوں کیلئے
ہر قدم پر حرفِ حق کو ہی جتایا ہم نے

دست قاتل کتنے لمبے، زخم بسمل کتنے ہیں
بدلے یہ موسم غزل آتنا دیا ہے ہم نے

...☆...

غزل



جشنِ آلام میں تم کو دعا دیتے ہیں
سادگی اپنی یہی خود کو سزا دیتے ہیں

اپنی تنہائی تو محبوب ہے ہم کو اتنی
شورشِ گیتی میں اس کو ہی صدا دیتے ہیں

ہیں نقش، دیوارِ دل پہ بس تیرے
ہم تو یوں تیرے لئے دادِ جفا دیتے ہیں

غزل

درد صدیوں کے ملے بے مہر لوگوں کیلئے
ہر قدم پر حرفِ حق کو ہی جتایا ہم نے

دست قاتل کتنے لمبے، زخم بسمل کتنے ہیں
بدلے یہ موسم غزل آتنا دیا ہے ہم نے

...☆...

غـزل



جشنِ آلام مـیں تم کو دعـا دیتے ہیں
سـادگی اپنی یہی خود کو سـزا دیتے ہیں

اپنی تنہـائی تو محـبوب ہے ہم کو اتنی
شورشِ گیتی مـیں اسـں کو ہی صـدا دیتے ہیں

ہیں نقش، دیوارِ دل پہ بس تیرے
ہم تو یوں تیـرے لئے دادِ جفـا دیتے ہیں

غزل

وادیِ □ ویراں میں آئے کبھی خوشبو تیری
پھول یادوں کے تیری مہک فضا دیتے ہیں

زہر پی کے گیت گاتے ہیں تیرے
یہ تقاضائے محبت ہے وفا دیتے ہیں

میرے سینے میں میرے مجنوں پھرتے ہیں کبھی
سرنگوں ہو کے کبھی بادِ صبا دیتے ہیں

کیوں غرور عشق میں جلتے ہیں ہم
ذرہ ذرہ تو غزل سکس خدا دیتے ہیں

...☆...

غزل

ناامیدی.....

میرے آنکھوں کے خواب
یاد آکے بھی مناجاتوں میں
بے طلب ہر سمت سے باتوں میں
یک بیک خاموش راتوں میں
ہر رگِ جاں کو دے نشتر چند ساعتوں میں

ٹوٹنے لگے چشم غزالاں سے آہستہ
چاک چاک جگر سے گریباں سے آہستہ

جیسے پتے گرے شجر سوختگاں سے آہستہ
ایک پل میں زیست سے جاں سے آہستہ

غــزل ؎

ٹپکتا ہے لہو دل کا اب بھی آوارہ

گرے بارشِ سنگِ جنوں اب بھی آوارہ

میرے غمِ دل مضطرب اب بھی آوارہ

یہ شہرِ آشوب دل کا بیاباں اب بھی آوارہ

خواب کے سارے نقش مٹے میزاں سے

میرے دل کی شکستہ جاں سے

میرے آنکھوں کے خواب

لٹ گئی زندگی جن کے تصور میں

جیسے تھے ہی نہیں.....

کوئی نقش، کوئی تصور.....

اک ناامیدی.....

غزل



ہر نظر وقفِ بہاراں کریئے
ہر قدم تختِ سلیمان کریئے

خواہشوں کا حد نہیں انساں کو
دل جگر چاکِ گریباں کریئے

نہ سہی اپنی یہ راہیں آساں
نفس کے ظلمات تاباں کریئے

غزل

محبتیں یہ اُلفتیں کچھ چند حروف
جاں اپنی جانِ جاناں کریئے

کچھ نہیں خوفِ خدا، ایماں نہیں
وہی خالق کچھ تو شکراں کریئے

شورِ محشر بھی یہیں روزِ حساب
لمحہ لمحہ اُسکی گرداں کریئے

کتنی صدیوں سے امید وصل ہے
تب تلک شامِ غریباں کریئے

غزل

روز لایئے اک قیامت ڈھونڈھ کے
دِل ہی ایسا ہے تو گزراں کریئے

ہم نفس کے جھالروں میں قید ہیں
روح کو بے دخلِ زنداں کریئے

یہ غزل کشکول لے کے کیوں پھرے
کچھ تو فکرِ غم گساراں کریئے

...☆...

غزل

ایک خواہش.....

آج دِل چاہتا ہے کہ اپنی راہ لوں مگر.....

یوں گماں ہوتا ہے پاس سے گذری ہے صبا
آفاق سے پرے دشتِ دل میں حرفِ وفا
دل میں درد، ارمانوں کی رو، شوق کی ہوا
کسی سمت سے پیار سے ایک امید دیتی ہے صدا
صدیوں کی تیری چاہت کا مسکراتا اک ستارا
آج دِل چاہتا ہے کہ اپنی راہ لوں مگر.....

نگاہ منتظر پھر سے کاروانِ درد کی منزل دیکھے
چشم و نظر پھر سے تیرے میرے پڑاو کو دیکھے

غـزل

جہاں ہماری خموشی نے طوفان لئے الفت کے جام بھرے
جہاں کتنی صدیوں سے ہم جذبۂ شوق لئے ٹھہرے
جہاں دلِ زار میں سج گئے تیرے غم شام ڈھلے

آج دِل چاہتا ہے کہ اپنی راہ لوں تو.....
اُسی پڑاو پر رکیں، رشتوں کو نام و نشاں ملے
عمر آ پہنچی کہ بارِ گرانِ خواہشات کو جہاں ملے
زخم چھلکے، اشک امڈے اور درد کو زباں ملے
ترا وعدہ فردا حرف وفا، میری خامشی کو بیاں ملے
آیئے وہ دن، لمحہ سمٹا رستہ کہ راز نہاں ملے
آج دِل چاہتا ہے کہ اک لمحہ رکوں تو.....

غزل



سکوتِ شبِ غم میں دِل کی ویرانی نہیں جاتی
دِلِ مضطر یہ الفت کی پشیمانی نہیں جاتی

کہاں سمجھیں سبھی اہلِ چمن دنیا کی باتیں
کبھی بولا کریں ہم، اُن کی حیرانی نہیں جاتی

ابھی گذری یہاں بادِ صبا چھو کے زخم میرے
جمالِ یار ایسا ہے نگہبانی نہیں جاتی

غزل

وہی جاں ہے وہی دل ہے خلش کیسی
یہاں اب حرفِ الفت سے پریشانی نہیں جاتی

کبھی حسرت، کبھی ماتم، کبھی نغمہ کبھی خوشبو
یہاں امروز و فردا کی یہ رعنائی نہیں جاتی

شکستہ دل کہاں دیتا ہے مہلت راہِ الفت میں
بہارِ گل نہ آئے گا یہ نادانی نہیں جاتی

جہاں کی مال و دولت، اُلفتیں سب عیش کے دریا
مگر بحرِ ہوس ایسا کہ طغیانی نہیں جاتی

پُروئے ہیں غموں کے پھول، مہکائیے غزل تو نے
یہ رازِ عشق کیا دِل کی زندانی نہیں جاتی

...☆...

غزل



زندگی پیار ہے کرے کوئی
کتنی دشوار ہے جیئے کوئی

اپنے کو ڈھونڈتے ہیں کتنی بھیڑ
سارے بیمار ہیں مرے کوئی

ہم مسافر یہاں شہر رہ تیری
سارے مہماں جہاں رہے کوئی

غزل

کبھی صبحِ وصال، شامِ ہجر
زیست کی سیڑھیاں چڑھے کوئی

☆

دید تیری قرار ہو تسکیں
یوں چلے بات تو بنے کوئی

آج کا غم، غمِ فردا بھی
یہ حسابِ جہاں رکھے کوئی

ہر چمن رنگ گیا لہو میرا
شوقِ دیدار گل کرے کوئی

تذکرہ جب چھڑے غزل تیرا
ضبط ہے، درد ہے چُنے کوئی

...☆...

غزل



درد ہے درد، خوں بہا ہے آج
وحشتِ دل یہ کیا سزا ہے آج

اور سہہ لیں ستم تڑپ لیں اور
حسرتِ یار کی فضا ہے آج

ہجر کے کانٹے اتنے چبھ ہی گئے
مقتلِ خواب میں صدا ہے آج

غــزلؔ

کیسے آیئے نجاتِ دیدہ ودِل
سلگی سلگی ابھی صبا ہے آج

داغ دل کے، فسوں یہ تسکین کے
نعمتِ دیدہ تر شفا ہے آج

تو نہ آیئے نہ آیئے کوئی یہاں
ایک جُرم وفا خطا ہے آج

طاق نُسیاں پہ رکھ دیئے انبار
ہے مقفل غزلؔ وفا ہے آج

...☆...

غـزل۲

جس دن مر جاؤں

جس دِن قضا آئے گی
خوں کی ترسیل رک جائے گی
خموش و ساکن میں
کارگہہ ہستی چلتی جائے گی

کوئی نہ رُکے گا کارواں
ساری فکریں بزم دہر کی
میرے ولولے میرے ارماں
میرا سرمایہ، میرے رشتے
میرے کام، میرے شکوے
میرے لئے سارے ختم جہاں

غزل

سارے دُکھتے ہوئے لمحے
سارے دردوالم
سارے غم اور ستم
میرے لئے تھم گئے
ایسا ہی ہے یہ صحرائے عدم

میرے دل ودماغ بند
سارے غور وفکر بند
نہ وصل، نہ ہجر
نہ خوف، نہ خطر
نہ جفا، نہ وفا

گردشِ لیل ونہار نہیں
زیست کے دشت وگلزار نہیں
میرا جسم نہیں، میری ذات نہیں
میری شبیہ نہیں، کوئی بات نہیں
کوئی دن نہیں، کوئی رات نہیں

غزل

نہ سنگِ میل نہ منزل کی فکر
نہ حدیثِ دلبراں، نہ کوئی ذکر
جسم و جاں کا زیاں نہیں
کوئی اور تلخ امتحاں نہیں
کوئی وہم و گماں نہیں

ہم تو جاں سے گذر گئے
پسِ مرگ میرے ہمدم
میرے رفیق، میرے یار
چاہنے والے، نہ چاہنے والے
صدمے میں ہونگے یہ غم گسار

دیدۂ غمناک برستے ہونگے
لگتا ہوگا کچھ لُٹ گیا ہے
جیسے ان کا کوئی حصہ مر گیا ہے

غزل

غمزدہ سوچتے ہوں گے

دھوکہ کیا میں نے اُن سے

وہ اور چاہیں گے مجھے

پلٹ کر آ نہیں سکتا

وہاں سے کہ جہاں

ختم ہو جاتے ہیں سارے رشتے

......نہ کوئی میں نہ کوئی تم

...☆...

غزل



چاند ڈھلتا ہے تیرا انداز ہے
مہکی مہکی صبح کا آغاز ہے

ہے خیالِ یار سے مہکا چمن
ہر نسیمِ صبح تیرا ساز ہے

مدتوں سے یاد کی ہر رہگذر
چلتے چلتے اب میری ہمراز ہے

غزل

انتظارِ وصل ہو یا شامِ غم
لمحہ لمحہ تو ہی بس مجاز ہے

تجھ سے خوشبوئے چمن اور مہک گل
ہر عکس میں تو جمالِ ناز ہے

فیض تیرا ہے جیئے ہر سفر میں
زرد پتوں کا شہر اک راز ہے

ہے غزل تو اک دریدہ پیرہن
جامہ صد چاک تو اعجاز ہے

...☆...

غزل



پھر دلِ زار نے ذکرِ فردا چھیڑ دیا
ہاں وہی شیوۂ اربابِ وفا چھیڑ دیا

غم کی رنگت خونچکاں چارہ گراں
حیرتِ افسوس میں سازِ وفا چھیڑ دیا

تلخئ ایام میں الزام بھی ناکام بھی
کوچۂ جاناں عذر، جرم و خطا چھیڑ دیا

غزل

جاں وہی ہے ہم وہی آسماں وہی
حوصلے اتنے کہاں ذکرِ وفا چھیڑ دیا

کشتِ ویراں سر سبز اپنی رہے
تیرے قدموں نے تو رنگِ حنّا چھیڑ دیا

گرمیٔ شوقِ نظارا سے غزل
نقشِ دل نے ذکر تیرا چھیڑ دیا

...☆...

غزل



ڈھل جائے سیہ شب تو سحر نہ کہا جائے
ہر نخلِ سرسبز کو ثمر نہ کہا جائے

اِس دشتِ دِل میں کتنے خواہش کے قافلے ہیں
اس رونقِ ویراں کو شہر نہ کہا جائے

یہ زیست کی وادی ہے یاں درد ہزاراں ہیں
خوشبوئے نغمہ جاناں اکثر نہ کہا جائے

غزل

ہیں زخم ابھی، بسمل ہیں تیرِ قضا باقی
سب درد والم میرے محشر نہ کہا جائے

☆

سب لمحے یہاں یکساں کچھ شوخ و پریشاں بھی
مہماں غزل سارے، پل بھر نہ کہا جائے

...☆...

غزل



نکہتِ گل کبھی بہاراں ہے
تو نشاطِ نظر نگاراں ہے

کھل گئے پہلو کے سمن و گلاب
آج ذکرِ حدیثِ یاراں ہے

ہر قدم ہر عجم سرِ تسلیم
یہ تو راہِ وفا شعاراں ہے

غزلؔ

نہ سکوں، نہ نشاط، چشم پُر نم
پھر سے شُورش، جگر فگاراں ہے

فکرِ سود و زیاں کہ تیرا غم
کارِ مشکل بہ غمگساراں ہے

یاد سے ہے غزلؔ معطر تیری
شامِ غم گرچہ ہجرِ یاراں ہے

...☆...

غزل



منزلِ زیست نہیں جستجو بھی نہیں
جیئے کیسے کوئی آرزو بھی نہیں

ہے دشتِ خموشی کہاں رُکے وُسعت
ترکِ الفت کی گفتگو بھی نہیں

یہی ہیں گردشِ لیل و نہار اپنے
نشاط و غم میرے فکرِ عدو بھی نہیں

غزل

بہت طویل ہے شبِ انتظار کتنی
عکسِ رُخِ یار رُوبرو بھی نہیں

سلگتے ہی رہے داغ جگر اپنے
ہرے ہیں زخم فکرِ رفو بھی نہیں

بس یہ خیال کہ جی رہے ہیں ہم
تبھی تو ضرورتِ جام و سبو بھی نہیں

نہیں ہے خوفِ بے رخئ جاناں مجھے
غزل تیرا ضبط ہاو ہو بھی نہیں

...☆...

غزل



روِش روِش تیرا انتظار ہے شاید
قرارِ دِل میرا بے قرار ہے شاید

تیرے مضموں تیرے عنواں نکھرے ہیں
رواں تبھی موسمِ بہار ہے شاید

بہت سے حرفِ تمنا مٹا دیئے ہم نے
جنوں میں جو ہُوا، ناگوار ہے شاید

سمجھتا ہوں فسوں ہے وعدۂ فردا
دِلِ مُضطر ابھی جاں نثار ہے شاید

غزل

سبھی کچھ جاں کر پوچھا کریں یونہی
مرا جو آج کل، اعتبار ہے شاید

تلاشِ راہِ وفا میں چھوڑ آیئے سب
میری عقل و فکر، گناہ گار ہے شاید

چمن مہکے کھلے ہیں گل، یہ تیری یاد
متاعِ زیست بھی یادِ یار ہے شاید

جنون میں گذاری بہت غزل تو نے
لگا ہے جرمِ وفا، خطا کار ہے شاید

...☆...

غزل



خود سے کہتا ہوں میں مکر جاؤں
وعدہ کوئی نہیں، ٹھہر جاؤں

ساخت میری بس مٹی کی ہے
ریزہ ریزہ کبھی بکھر جاؤں

اجنبی شہر سایۂ ظلمت کے
سوزشِ دردِ دل کدھر جاؤں

غزل

بُجھ گیا دل، ملی نہ راہِ وفا
مدھ بھرے حرف سے گذر جائوں

حسرتِ دید میں گزاری بہت
بامِ روشن سے اب نِکھر جائو

خلش دل میں وہی، پرانی نئی
غم وہی رُخ وہی جِدھر جائوں

روز ساعت کوئی قیامت ملے
فکرِ دل و جاں سے گذر جائوں

غزل

تیری گہری سمندر آنکھوں میں
رنگ دل کا بھرے سُدھر جائوں

☆

نہ ملے رات دِن سکوں نہ ملے
اب غضنفرؔ کہو کدھر جائوں

...☆...

غزل



کوئی جاناں سے جا بجا گذرے
جیسے گذرے شکستہ پا گذرے

عشق کی آبرو رکھے ہیں ہم
سارے مجھ سے تبھی خفا گذرے

دشتِ صحرا میں ہم اہلِ جنوں
منتظر ہی رہے صبا گذرے

غزل

وجہِ تسکیں کوئی وعدہ نہیں
ہر رہِ شوق کو جلا گذرے

ہر شجر درد کا دِل مضطر
جس نے سینچا وہ آشنا گذرے

یاد تیری تو آج یوں گذری
جسطرح کوئی سانحہ گذرے

محبتیں، الفتیں، حروفِ حق
ہم نہ کہدیں نجانے کیا گذرے

غزل

منزلیں، منزلیں، بہت منزلیں
مرحلے صبر آزما گذرے

عکسِ جاناں، بے رخی ہو غزل
دلربا اُن کی ہر ادا گزرے

...☆...

غزل



میری ہر آرزو تیرے عشق سے بیدار ہے ابھی
دِلِ حزیں ہجومِ شوق لئے بے قرار ہے ابھی

زندگی تیرے تصور میں لٹی وُسعت تو دیکھ
اپنے دل کی خلوتیں ناواقفِ بہار ابھی

کتنی خاموش تمنائیں رہی منتظر تیرے آنے کی
نگاہِ شوق کی دنیا میری سوگوار ہے ابھی

غزل

ریاضِ زیست میں خواب، تیرے خیال کی دنیا
تم ہی سے رشتہ ہستی کہ گل بدبار ہے ابھی

تقاضے ہیں کہ رہے مہر و وفا کی انجمن قائم
ہوئی ہے مختصر راہِ وفا مگر استوار ہے ابھی

خیالِ یار، ذکرِ یار، حُسنِ یار پہ نازاں
یہ میدانِ وفا اک داستانِ انتظار ہے ابھی

فریب زیست میں گزری شبِ ہجراں کی تنہائی
غزل کی بے نیازی کہ مائل گفتار ہے ابھی

...☆...

غزل



زندگی اِک عجیب رنجِش ہے
ہر قدم پر یہ آزمائش ہے

فلسفہ کچھ نہیں ہے اے غمِ زیست
زندگی روز و شب یہ نازِش ہے

غم تیرا، دہر کا، وہ غمِ اُلفت
زندگی یہ بھی تیری بخشش ہے

غزل

یاں مقدر، اُجالے، شامِ، سفر
زندگی سب رنگوں کی آتش ہے

ختم جب ہو چکے حدودِ عشق
زندگی پھر شروع وہ دانش ہے

ہے غزل گردشوں کی دھوپ ایسی
زندگی اِک طویل سوزش ہے

...☆...

غزل



جانِ جاں تونے راحتیں دی ہیں
ہجر کی شام قربتیں دی ہیں

تیری یادوں کے نقش کھینچے ہیں
ہر وقت تجھ کو الفتیں دی ہیں

نہ عداوت عدُد کی نہ شکوۂ جفا
تم نے تو مجھ کو مروتیں دی ہیں

غزل

موسمِ گل ہے، بکھری خوشبو تیری
دل کو بھی تو نے صحبتیں دی ہیں

درد مسکایئے، شامِ غم بھی ڈھلے
یاد نے تیری مسرتیں دی ہیں

چھوڑ دیں غم کی بات کل کو غزل
دل کے نغموں کو مدتیں دی ہیں

...☆...

غزل



جانِ جاں تو نے راحتیں دی ہیں
ہجر کی شام قربتیں دی ہیں

تیری یادوں کے نقش کھینچے ہیں
ہر وقت تجھ کو الفتیں دی ہیں

نہ عداوت عدُو کی نہ شکوۂ جفا
تم نے تو مجھ کو مروتیں دی ہیں

غزل



تجھ سے رسمِ وفا، محبت ہے
زندگی میں غمی میں راحت ہے

تم سے افشاں خیال کے انجم
تجھ کو چاہا یہ میری چاہت ہے

اشک کے رنگ تیرے، سارے ستم
بہہ گئے فکرو دل کی صورت ہے

غزل

شامِ غم ڈھل گیا تو شبِ ہجراں
سحر تو دُور ہے قیامت ہے

غم نیا، رسم بھی، زمانہ نیا
آج تیری بہت ضرورت ہے

غزل کی بے رخی، گلہ کس سے
ہر سمتِ خود سے ایسی وحشت ہے

...☆...

غزل



مجھے اب بھی محبت ہے میرے ہمدم...
تیری اُن نازک اداؤں سے
تیری اُن نیم باز آنکھوں سے
تیری گھنی زلفوں کی چھاؤں سے
تیری میری چلی ہوئی راہوں سے
تیری میری رُکے ہوئے پڑاؤں سے

مجھے اب بھی محبت ہے میرے ہمدم....
تیرے حسن سے، گوشہ رُخسار سے
تمہارے نقش سے، گلشنِ دیدار سے
تمہاری چاہ سے پیار کے اقرار سے
صدیوں کے انتظار، لمحوں کے انکار سے
چھوٹے ہوئے رشتوں کے انبار سے

غزل

مجھے اب بھی محبت ہے میرے ہمدم...

تیرے ہونٹوں کی لالی سے

تیرے ہاتھوں کی چاندی سے

تیرے آنکھوں کی مستی سے

تیرے الفت کی روشنی سے

تیرے حرفِ جفا کی عاشقی سے

مجھے اب بھی محبت ہے میرے ہمدم....

تیرے آنے سے شاداب ویرانوں سے

دل کی بے تاب منتظر دھڑکنوں سے

اُن پرانے غموں کی فضائوں سے

خواب در خواب محلات کی تمنائوں سے

ختم ہوئے یارانوں کے رشتوں سے

غزل

مجھے اب بھی محبت ہے میرے ہمدم.....
تیرے پیرہن، تیری تصویر جو گاتی ہے
میرے دل میں تیری یاد جو مسکراتی ہے
تیرے ساتھ بیتا لمحہ جو قصہ سناتی ہے
امید وصل تیرا، لمحہ لمحہ جو ستاتی ہے
عمر گئی مگر وہ عہد وفا جو بہلاتی ہے
آج بھی سازِ دل تیرا جو نغمہ چھیڑتی ہے

مجھے اب بھی محبت ہے میرے ہمدم......
وہی الفت وہی محبت وہی شفقت میرے ہمدم......

...☆...

غزل



لازم نہیں کہ ہم سفر میرا ہم خیال ہو
جتنا چلیں رہِ طلب وہ بے مثال ہو

ہم بھی رہے ہیں تیز گام اپنی مسافتیں
کچھ فاصلے ہوں مختصر ایسا کمال ہو

ہے ذوقِ نظر، دردِ جگر، داغ سب دل میں
کچھ تیرا کرم، اپنا بھرم لامحال ہو

غزل

یہ سلسلے میرے شوق کے جانے کہاں ملیں
ہر لمحہ زندگی کا پھر ماہ و سال ہو

ہے وعدۂ حوراں وہاں دشتِ عدم میں
کچھ عیش نہیں گر نہیں ہجر و وصال ہو

شیریں حرف لب پہ غزلؔ، چل دئے ایسے
ہر اِک قدم ہر نقش پا کچھ لازوال ہو

...☆...

غزل



زندگی ہر رنگ و بو میں جیتے مرتے گزری
غم و خوشی کے پیرہن میں روتے ہنستے گزری

روز و شب جینا یہاں وصل و ہجر کی ساعتیں
وقت کی بہتی ندی، بہتے بہتے گزری

زندگی ہے نغمہ و خوشبو، مہکے لالہ وزار
طائرانہ اک نظر میں تکتے تکتے گزری

غزل

زندگی کے رشتہ و پیوند محبتیں سب اُلفتیں
ریزہ ریزہ آئینے ہیں جُڑتے جُڑتے گزری

منزلیں ہی منزلیں ہیں کتنے مقام و رہگزر
فاصلے اتنے بڑے تھے کٹتے کٹتے گزری

امتحانِ شوق ہو یا امتحانِ عشق ہو
کامراں ناکام ہوں سہتے سہتے گزری

ڈھونڈتے ہیں سب غزلؔ اپنے وقت کے دائیرے
ایک ساعت ایک ساعت کہتے کہتے گزری

...☆...

غزل



کہتے ہیں وہ درد کی کبھی حد نہیں ہوتی
دیکھا جو اپنے کو تبھی حد نہیں ہوتی

سوچا ہے دیکھیں یہ ٹوٹے ہوئے اجزا
بکھرے نظر ایسے کوئی، حد نہیں ہوتی

کتنا کہیں کہ ہے کیا فکرِ جہانِ زیست
اِس آتشِ دروں کی میری، حد نہیں ہوتی

غزل

دل میں چھپائے داغ تو مسکاں لبوں پہ
اُس شخص میں جنونِ خودی، حد نہیں ہوتی

ہستی کی یہی معراج غزل نفس میرا ہو
تکمیل ہو چلی وہی، حد نہیں ہوتی

...☆...

غزل



ہم دشتِ بے شجر میں تمنائی بن گئے
وہ دوستی تیری تھی سودائی بن گئے

ہر اِک جگہ چھلکتا ہے تیرا حسن لازوال
ہر اِک عکس نظر میں تماشائی بن گئے

ہیں پھول ہر چمن میں مہکے کوئی کوئی
سب پھول مگر وجہ چمن آرائی بن گئے

غزل

دل میں چلی فضائیں تیرے یاد کی جھبی
ہر زخمِ دل پہ دستِ مسیحائی بن گئے

ہم ذات کو جلائے یہی اپنی کائینات
ایثار کے فانے شناسائی بن گئے

ہر اک شیریں حرف تیرے نام سے جُڑے
اب تک وہی غزل کی رعنائی بن گئے

...☆...

غزل



ہے حقیقت میری عیاں سے الگ
بزمِ انجم بھی آسماں سے الگ

وقت کی دھول چہرے پر اتنی
کون رہتا ہے کارواں سے الگ

بے خودی خواب یا سراب میرے
کیسے ٹھہریں میرے مکاں سے الگ

غزل

ہاتھوں کی لوح پر لکھے کس نے
عہد نامے میرے جہاں سے الگ

رشتے صدیوں کے اور یارانے
میں نہیں تیری داستاں سے الگ

دل سے مجبور ہیں خلق کیونکر
سنگ رکھے تیرے آستاں سے الگ

حرفِ حق تابِ بارِ کوہِ گراں
جاں تپاں برق آشیاں سے الگ

پیرہن گل کا، میرا کیا نمود
معجزہ یہ ہے گلستاں سے الگ

غزل

عمرِ جاوید کیا جئیں ہم دم
اک خزاں جی لئے، خزاں سے الگ

چھوڑ دیں شکوے اپنے رنج و ملال
ہونا ہے کس جگہ، کہاں سے الگ

دل سرِ رہگزر رکھا ہے غزل
منتظر اک جہاں، جہاں سے الگ

...☆...

غزل



نوحہ گرساعتوں میں آہ میری
میرے دیوار ودر نباہ میری

قصہ مجنوں کا یا جگر کے داغ
ساری فکریں دلِ تباہ میری

تو سجا ہے ورق ورق دل میں
میرا ایثار رسم وراہ میری

غزل

وحشتیں سانس سانس اور اذنِ سفر
بزمِ ہستی ہے قتل گاہ میری

ہر بزم میں تیرا ہی چرچا ہے
رفعتِ دل، ہے تیری چاہ میری

سارے خورشید درد کے چمکے
دل کے اس شہر میں پناہ میری

غمِ دل ہے غزل اِک شعلۂ درد
دامنِ درد ہے بزم گاہ میری

...☆...

غزل



منزلیں منزلیں خفا گذری
ہر رہِ زیست آشنا گذری

ہر عہد ہمتوں کی پروازیں
ذات سے دور وہ جدا گذری

اپنا اعجاز ہے کہ تیرا ہے
جانِ تسلیم ہر ادا گذری

غزل

شوقِ دیدار میں میری منزل
ہر قدم مظہرِ رضا گذری

عکس تیرا تو آئینہ میرا
عمر بھر کی یہ مدعا گذری

تشنہ لب منکر جفا ہی رہے
اپنے انداز میں وفا گذری

دل کے پردے ہلے ہیں تیری یاد
تار در تار کیا دعا گذری

چاہت یار کی یہی تاثیر
ہر خیالِ غزل قضا گذری

...☆...

غزل



درد تیرا ہے وفا کرتا ہے
روز و شب ساتھ رہا کرتا ہے

اور چیزوں میں وہ تغافل کرے
لمحہ لمحہ تو جفا کرتا ہے

وحشتِ آتشِ دِل، جذبۂ دل
ہر کرم کا حق ادا کرتا ہے

غزل

کی ہے تدبیرِ رفوِ ہر زخم کی
قاتلِ جاں خوں بہا کرتا ہے

خواہشِ دل ہے زباں پر ریختہ
ایک مدت سے جلا کرتا ہے

میں طلسمِ خاک، رُتبہ تصور سے پرے
زیبِ داماں ہے ادا کرتا ہے

دل تہی ہو جائے از شوقِ نگاہ
وہ غزل مشکل کشا کرتا ہے

...☆...

غزل



روشنی کا شہر، اندھیرا ہوں
اے امیدِ سحر سویرا ہوں

تم ہی حائل نظر رہے ورنہ
ایک دنیائے شوق پھیرا ہوں

ایک آماجگاہ میں خوابوں کی
اپنے وہم و گماں کا ڈیرا ہوں

غــزلؔ

پیــرہن چــاک بے رفو ٹھہرے
بے نشاں شہــر کا بسیرا ہوں

دردِ غــم ہوں، تیــرے خیــال کے پھول
نعمــتِ زیســت ہے جو تیــرا ہوں

گردِ ایام اور وفورِ رنگ
اے غــزلؔ مــیں بہــارِ صحــرا ہوں

...☆...

غزل



کبھی اے طرازِ فکرِ من نظر آ دلِ خراب میں
کہ شکستہ سارے نقش ہیں جہاں طلسم و سراب میں

یہاں روز و شب شام و سحر، سب بے سبب بکھرے ہوئے
یہی دل کے ٹوٹے میکدے تو سنوار موجِ شراب میں

میرے خواب کے جھوٹے فسوں، یہ خمارِ شوق، نادانیاں
وہ غرورِ اہلِ نفس و فا کبھی دیکھ آئینہ خواب میں

غزل

کبھی سوزشِ داغِ جگر، کبھی تپشِ صحرائے جنوں
ہر نقش صبر کے دے مجھے گردوں گفِ سیلاب میں

نہ تو نور ہے نہ افق یہاں، وہ کہر میں ڈھکی لیلا میری
وہی رازہائے سینۂ گداز گم ہیں ابھی نقاب میں

کبھی خود پرستی جلا کے رکھ کبھی دیدۂ تر کو شکر کر
یہی روشنی ہے خیال کی، تیرے عالمِ بے تاب میں

غزل

نہ تو تپشِ دِل میں جوش ہے نہ تیرے جگر میں درد ہے
نہ تجھی پہ نازِ مفلساں نہ مہک وہ سمن و گلاب میں

☆

تیرے دِل کا شعلہ برق بنے کبھی دید ضبطِ طور ہو
کبھی چشمِ جاں تیری غزل چمکے نگہ نایاب میں

...☆...

غزل



آئینہ حیات پر گردِ دہر بہت
دھندلا گئے ہیں آجکل شام و سحر بہت

نقشہ گری کمال کی ہے میری خاک پر
بوسیدہ ہو چکے ہیں دیوار و در بہت

خوابوں کے ڈھیر سے ملے نسخۂ وفائے یار
حیران حروف کہہ گئے تم بے خبر بہت

غزل

ہر تیرگی روشن ہوئی ہم نے ہی جلائے
سوکھے ہوئے افکار کے برگ و شجر بہت

سوزِ دروں ہے نہ سجدے میں وہ نیاز
لب سے اٹھے ہیں آہ و فغاں بے اثر بہت

اب کاسۂ دل لے کے چلا ہے غزل کدھر
پیمانۂ احساس میں خونِ جگر بہت

...☆...

غزل



دِل کا ہر اِک داغ ہے آتشین شام و سحر
کہکشاں پر یوں چمکتے ہیں سبھی شمس و قمر

ہر طلسماتِ جہاں مجھ سے کبھی میرے لئے
کیوں لرزتے ہیں میرے دل کے سبھی دیوار و در

جاں نوازی، محبتیں، بے نیازی، عشقِ دل
صرف اِک احساس ہے پیمانۂ قلب و جگر

غزل

یہ نیازِ عشق ہے سجدہ کی رحمت جاوداں
میں نوشتہ ہر زماں دیکھ لو برگ و شجر

باغِ ہستی کے گلوں میں ہے میرا خونِ جگر
دل فریبی وقت کی کاسۂ دل بے خبر

نکہتوں کا، الفتوں کا، شوق کا، ساغر غزل
ہے رواں اُس سے وہی حاکمِ وقت و دہر

...☆...

غزل



ایک مشتِ خاک میں

کاسۂ دل

میرے لہو کی گردش

شدت کی تشنگی

مضطرب کب سے

ہجومِ شوق لئے

خیاباں، بے رنگ صحرا

مرحلۂ دشوار

غم، ستم، جفا لئے

دیکھتے دیکھتے

چلتے چلتے......

غزل

بدلتے موسم میں ڈھلنا
قحطِ وفا کا
ٹھہریں گے پل شاید
پھر دھڑکے گا
تیرے لئے شاید
لوٹ آئے گی فضا
تیری یاد کی
رُت بدلے کی
کھلیں گے پھول
یا میرا لہو
دے گا نکہتوں کی فضا
رنگ، بے شمار رنگ
تیرے انداز کا، ادا کا
ہر ساز کا

غزل

شوخیاں لائے گا
کاسۂ چشم میں
یا میرا لہو
جس کا سراغ نہیں
بہتے بہتے.......

غزل



شہر کی اس بھیڑ میں مجھ کو وہ تنہا رکھے
دِل آزردہ مگر اُس کو ہی اپنا رکھے

کیا کہوں دردِ جگر، ہجراں ہے اور بے رُخی
اب یہاں پھر کوں کیوں کر اپنی لیلا رکھے

چھوڑ کر جاتے ہیں وہ دل میں اُجالے کے خطوط
قیس کے صحرا میں جیسے اِک تماشا رکھے

غـزل

وحشتِ دِل، شبِ ہجراں، کشمکش زہد و کُفر
روز کا یہ محشرِ جان دل ہی بر پا رکھے

نوحۂ غم، شوقِ گلچینِ، اِک طلسم رنگ و بو
دیدۂ دل بھی کبھی خوابِ زلیخا رکھے

دِل نظر کی آزمائش، وہ تقاضائے وفا
ہر غزل میں تو غزل میرا ہی چرچا رکھے

...☆...

غـزل



سوکھے صحرا میں بھی ہم مہکی صبا چاہیں
یہ جنونِ عشق ہے اظہار تمنا چاہیں

کارہائے زیست میں بجتے رہے ہم ایسے
دشتِ تنہائی میں اب شور و غوغا چاہیں

ہم کو طوفانِ حوادث سے ملے سارے سبق
ایک قطرے سے جبھی بہتے دریا چاہیں

غزل

وادیِ مجنوں میں ہم بھی تماشائی رہے
کثرتِ غم میں کبھی دل کو تنہا چاہیں

مہکے گل کا نور ہے کہ جمالِ یار ہے
اے میری ذوقِ نظر دیدۂ بینا چاہیں

ماہ و انجم گردشوں میں آدمی کی ذات بھی
اِس طلسمِ زیست میں ہر پل سہارا چاہیں

وہ رہے محوِ تغافل تشنہ لب، شکوہ میرا
چاہ تھی بے انتہا کوئی ہم سا چاہیں

غزل

کوہ کن کے حوصلے بھی نہیں، الفت نہیں
اک کرشمہ، ایک مٹھی، ساری دنیا چاہیں

اب کوئی یوسف نہیں بکتا ہے بازارِ مصر
کیا خریداری کریں ہم تو، تم سا چاہیں

آتشیں ہے سوزِ دل کشمکش تیری غزل
ہم عدم سے بھی پرے خیریت فردا چاہیں

...☆...

غزل



کوئی بھی بے زباں نہیں ہوتا
ہر لفظ اک فغاں نہیں ہوتا

دِل سے نکلے حرف سنانے تھے
اب بھی طرزِ بیاں نہیں ہوتا

چلتے رہیے قدم قدم منزل
اپنا کوئی زماں نہیں ہوتا

ایک لمحے میں دیکھیں صدیوں کو
ہر وقت یہ جہاں نہیں ہوتا

غزل

جان و دل کا لہو جلاتے ہیں
ہر سحر پُر فشاں نہیں ہوتا

تپش لفظوں کی ٹوٹے خاموشی
جب کوئی ہم زباں نہیں ہوتا

سوزشِ دردِ دل، سوز و گداز
ہر کسی کا مکاں نہیں ہوتا

دل کا ہر تار ہے غزل آرزاں
سجدہ میرا رواں نہیں ہوتا

...☆...

غـزل



جینے کے میرے اب تو بہانے چلے گئے
اُٹھ کر گئے وہ یوں کہ زمانے چلے گئے

وہ دستِ عنایت ہی تھا ہر موڑ پر مجھے
رستہ دکھا یادشت مٹانے چلے گئے

برگ و شجراب سوکھ گئے مہر و وفا کے
وہ سارے میرے خواب سہانے چلے گئے

غزل

کچھ اپنی خطاؤں کے کچھ دہر کے تموج
ایسے ڈھلے کہ دل کے فسانے چلے گئے

ہیں میرے عہد کی سبھی سچائیاں جھوٹی
سرِ عام جور واہے منانے چلے گئے

ہم بے سمت اتنا چلے اب ڈھونڈ رہے ہیں
شاید کہ میرے گھر کے ٹھکانے چلے گئے

آئینہ دل اُن کو دکھائے تھے ہم غزل
کچھ اسطرح سے وہ بھی نہ مانے چلے گئے

...☆...

غـزل



کارواں کارواں جہاں چلیئے
زندگی ہے سفر رواں چلیئے

شہرِ آشوب، شہر یاراں بھی
شور ہی شور بے زباں چلیئے

منزلیں، منزلیں تمنا کی
ہر قدم ایک امتحاں چلیئے

غزل

یاد آئے کبھی جو دشتِ جنوں
بے طلب صفِ دوستاں چلیئے

عکس کھو جائیں خاک نشیناں ہم
کیوں کہیں مرگِ ناگہاں چلیئے

جام چھلکے کہ مہکے فصلِ گل
ڈھونڈنے غم کے گلستاں چلیئے

بارِ سنگِ ستم، کہ رشتۂ غم
دامنِ وقتِ بے نشاں چلیئے

غزل

زرد دِن ہیں یہاں زرد اشجار
نقش گھر میں میرے مکاں چلیئے

ہے غمِ دہر، تیرا، اپنا غم
غم کی وادیِ غزل دواں چلیئے

...☆...

غزل



ہر قدم پا کے آبلے ہی رہے
زندگی بھر تو سر پھرے ہی رہے

ہم تو گھومے جہاں جہاں کتنے
سارے رستے میرے مڑے ہی رہے

مدتوں سے تمہیں ہی چاہا ہے
تیرے محور میں ہم گھرے ہی رہے

غزل

شدتِ دردِ دل میں چپ بیٹھے

پھول دِل کے تبھی کھلے ہی رہے

نقش ہائے وفا تو مٹ ہی گئے

بولتے زخمِ جاں ہرے ہی رہے

راہرو کیوں بنے غزل کوئی

اپنے رستوں پہ سب چلے ہی رہے

...☆...

غـزل



زندگی چلتے چلتے
سیدھے ٹیڑھے
موڑ در موڑ رستوں پر
کٹتے کٹتے
میں نڈھال تھکا سا
ڈوبتے سورج کی آخری کرنیں
نظروں کے سامنے
ہر قدم اِک منزل

غزل

پیچھے لمبے سائے
شفق کی سرخی
احساس کہ اندھیرا چھا رہا ہے
ایک لمبی رات کا سایہ.......

اُس کے بعد
ایک امیدِ سحر
زندگی کی دوڑ
زندگی کا سفر
فسوں کاری
درد کے دھارے
لمبے لمبے غم کے
خوشی کے سرود کے

غزل

کوئی منزل بھی نہیں
کہاں ہوتی ہے
ہوگی بھی نہیں
وہی جانے وہی جانے
نادیدہ
امیدِ عمر جاوداں.......

...☆...

غزل



کسی نظر کو تیرا انتظار آج بھی ہے
کسی دلِ مضطر کو تیرا پیار آج بھی ہے

لمبی ہے شبِ فرقت مگر وہ امیدِ سحر
در دِل پہ کھڑی طلب گار آج بھی ہے

تیرے ہونٹوں، تیرے رخسار کے لالہ و گلاب
نکہتوں کے ہجوم سرِ گلزار آج بھی ہے

غـزل

یہ سارے فسوں، افکار، روز و شب کے رنگ
ہر اِک چیز تیری طرحدار آج بھی ہے

گزر گئے مہ و سال یہ فرقتِ ہجراں
کسی بشر کو تیرا اعتبار آج بھی ہے

خیالِ یار میں مہکتی ہر صبح اب بھی
کسی کے لب پہ ذکرِ یار آج بھی ہے

غزل

وہی جہاں ہے وہی آستاں وہی نقش و نگار
کسی کا تجھ سے رونقِ رخسار آج بھی ہے

مدتیں بیت گئی ہیں، سنا دیکھا ہی نہیں
غزلؔ تجھ سے عہد وفا استوار آج بھی ہے

...☆...

غزل



ریگِ رواں دشت میں
اپنے گوشۂ غم خانے میں
اے گردشِ حیات منزلِ الفت میں
زخمِ جگر پر زندہ شوق
کی زباں لئے، ساماں دعا لئے
آتشِ دل لئے جلتا ہوں...............

شام خیالِ زلف سے
تیرے قبا کی شفق سے

غزل

کار گاہِ فکر میں بے قراری سے

شب و روز عالمِ ہجر سے

منزلِ الفت کی دوری سے

فضائے سینہ درد سے جلتا ہوں...........

وحشتِ دردِ بے کسی سے

ٹوٹے، محمل خواب کے آئینے

لغزشِ پا سے ہو چکے

ریزہ ریزہ اعتبار کے آئینے

اسی حشر پاداش عمل میں

عریاں سر بکف جلتا ہوں.......

غزل

قافلہ آرزو کو میں ساتھ لئے
کبھی موسم خزاں، کبھی رنگینی بہار لئے
تیرے آستاں کی طرف رواں
اپنے گذر گاہِ خیال کو چراغاں کئے
ہزاروں شعلے پُر افشاں لئے
ذوقِ وصلِ تمنا سے جلتا ہوں.........

غزل

ذوق دیدار لئے کوئی موسیٰ بھی نہیں

مرہم درد لئے کوئی عیسیٰ بھی نہیں

تیرِ نگاہ سے دل خالی وفا بھی نہیں

جوششِ تمنا نہیں اور تاثیرِ دعا بھی نہیں

غفلت نگہِ شوق سے سرمایۂ تمنا بھی نہیں

عصر نو کے عجیب نسخۂ حیات سے

جلتا ہوں ....

گلبنِ خیال

Gulbune Khayaal

Gulbune Khayaal is an invaluable collection of beautiful urdu poetry for any person who is enchanted by the spoken cadence of urdu couplets. If the rhythm and rhyme of urdu couplets gives you delight, and if enjoying its puzzling treaties is what you desire, this book of urdu poetry is perfect for you. This book offers sharp perceptions and interesting trivia on love, romance, passion, life, human values, and mysticism.
This book is the third book of urdu poetry written by *Dr Gazanfar Ali* (Gazal) who is a practising physician and a professor of Medicine. His first book Nishate Nazar was published in 2014 and his second book Taraaze Fikir in 2017.



Dr. Gazanfar Ali is a renowned physician from Kashmir. He used to be a professor and the Head of the Department of Medicine at Govt Medical College, Srinagar, Kashmir. His journey as a poet started after he retired, in 2014, when his book of urdu poetry Nishate Nazar got published. Dr. Ali is a modern poet. His poetry is a beautiful blend of contemporary art and life. Captivating and emotional, his poems are multidimensional; sprinkled with emotional truths, simplicity, and intellectual re-evaluations. His poetry is very symbolic and stems from his heart's inner-most recesses.

INR 208/-



www.bluerosepublishers.com



BlueRose Publishers

